**بفیضانِ نظر:** مفتی تقدس علی خاں * پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد * علامہ شمس الحسن شمس بریلوی **محسنِ ادارہ:** الحاج شفیع محمد قادری

**مدیرِ اعلیٰ:** صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

**مدیر:** پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

**نائب مدیر:** پروفیسر دلاور خاں

**بانیِ ادارہ:** مولانا سید محمد ریاست علی قادری

ISBN 978-969-9266-04-1

# ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 32 شمارہ: 08

اگست ۲۰۱۲ء / رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ


## حُسنِ ترتیب (شمارہ اگست ۲۰۱۲ء)






ہدیہ فی شمارہ: 40 روپے

سالانہ: عام ڈاک سے: -/400 روپے رجسٹرڈ ڈاک سے: -/800 روپے

بیرونِ ممالک: 40 امریکی ڈالر سالانہ

نوٹ: رقم دستی یا منی آرڈر / بینک ڈرافٹ بنام "ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔ ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔


نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار / مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ ﴿ادارہ﴾


# ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا

25- جاپان مینشن، ریگل، صدر، جی پی او صدر، کراچی-74400، اسلامی جمہوریہ پاکستان۔ فون: 32725150-21-92+ فیکس: 32732369-21-92+

ای میل: imamahmadraza@gmail.com، ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

اپنی بات

# رمضان اور ہماری ذمّے داری

پروفیسر دلاور خاں

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کے آخری دنوں میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں آپ نے فرمایا: "تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا ہے بہت مبارک ہے، اس میں ایک رات (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض فرمایا اور اس کی راتوں کے قیام (تراویح) کو ثواب کا عمل قرار دیا۔ جو شخص اس مہینے میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ وہ غیر رمضان میں ستّر فرض ادا کرے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اور جو شخص کسی روزے دار کا روزہ افطار کرائے، اس کے گناہ معاف ہونے اور آگ (جہنم) سے نجات کا سبب ہوگا اور روزے دار کے ثواب کی مانند اسے ثواب حاصل ہوگا اور روزے دار کے ثواب میں کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ وہ روزے دار کو افطار کرائے؟ مصطفیٰ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہ (یہ ثواب) پیٹ بھر کر کھلانے پر موقوف نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو ایک کھجور سے افطار کرا دے یا ایک گھونٹ پانی پلا دے یا ایک گھونٹ لسی پلا دے، یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اوّل حصّہ اللہ کی رحمت، درمیانی حصّہ مغفرت اور آخری حصّہ آگ سے آزادی کا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "تین لوگوں کی دعائیں رد نہیں ہوتیں: ایک روزے دار کی، افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی۔"

یقیناً رمضان المبارک نیکیوں، صبر اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ اس کی آمد سے ہر طرف نیکیوں کی بہار دکھائی دیتی ہے۔ مسلمان تلاوتِ کلام، نماز، افطار، زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی میں مصروف ہوکر اپنے ربِّ حقیقی کا حکم بجا لاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ روزہ رکھنے کے باوجود نفس کی سرکشی سے باز نہیں آتے ان کے لیے مصطفیٰ کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑا اگر اس نے کھانا پینا ترک کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں" یعنی اس روزے کا اصل مقصد اس کے کردار میں تبدیلی واقع ہونا ہے کہ روزے سے مسلمان کی جسمانی و روحانی اور معاشرتی تربیت ہو اور معاشرے اور نفس کا غلام بن کر نہیں رہ جائے اور نہ ہی نفسانی خواہشات کو کھلا چھوڑ کر ہر جائز و ناجائز خواہش کی پیروی کرے۔ روزہ ضبطِ نفس اور ضبطِ معاشرہ کی تربیت کرتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں کچھ ایسے مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں جو روزے کی حقیقت کے منافی ہوتے ہیں۔ رمضان کیا شروع ہوا مہنگائی شروع ہوگئی پورے سال خرد و نوش کی اشیاء اتنی مہنگی نہیں ہوتیں جتنی رمضان میں ہو جاتی ہیں۔ یہ مہینہ غم خواری کا کم اور منافع خوری کا زیادہ منظر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح اس مہینے میں اشیاءِ خرد و نوش کی طلب اتنی بڑھ جاتی ہے کہ جو پورا سال نہیں ہوتی۔ اگر حقیقتِ حال سے جائزہ لیں تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پورے سال میں سب سے کم اشیائے خرد و نوش کی طلب اس مہینے میں ہونی چاہیے۔ یہ کیفیت رمضان میں معاشرتی بسیار خوری کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو یقیناً فلسفۂ روزہ کے برعکس ہے۔

رمضان کے مقدس مہینے میں گداگروں کی فوج ہر طرف دکھائی دیتی ہے صحت و توانا ہونے کے باوجود انہیں اتنی خیرات مل جاتی ہے جو پورے سال ان کے لیے کافی ہوتی ہے؛ جبکہ مستحق اس سے محروم رہتے ہیں؛ وہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ اسی طرح ٹریفک کا معاملہ بھی دیکھنے میں آتا ہے جیسے جیسے افطاری کا وقت نزدیک ہو جاتا ہے ہر شخص اپنے گھر جلدی پہنچنے کی کوشش میں تیز رفتاری سے کام لیتا ہے؛ جس سے نہ صرف حادثات کے امکانات بڑھ جاتے ہیں، بلکہ ٹریفک بھی جام ہو تا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں اکثر لوگوں کا روزہ راستے ہی میں کھل جاتا ہے۔ لوڈشیڈنگ کا مسئلہ کوئی نیا مسئلہ نہیں۔ روزے داروں کو شدید حبس اور گرمی کے موسم میں لوڈشیڈنگ کی اذیت برداشت کرنا پڑتی ہے؛ بلکہ افطاری کے خاص وقت کئی گھنٹے پہلے بجلی غائب ہو جاتی ہے، جس سے روزے داروں کو افطاری کی تیاری میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح کئی دفعہ تراویح کی نماز کے دوران بھی بجلی غائب ہو جاتی ہے۔

یقیناً رمضان مسلمانوں میں احساسِ ذمّے داری کا جذبہ پیدا کرتا ہے؛ کردار میں تبدیلی کی تربیت کرتا ہے۔ رمضان کی برکتوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ رمضان کے مہینے میں جو مظاہر روزے کی حکمت کے خلاف نظر آئیں ان کے خلاف انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا کردار ادا کیا جائے۔

# امام احمد رضا خاں بریلوی اور ان کی خدمات

**محمد اقبال خاں، محمد طارق محمود** (پی ایچ ڈی اسکالرز، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے ان علماءِ راسخین میں سے ہیں جن کے وجود اور خدمات پر نہ صرف اُن کے عہد کو ناز ہے بلکہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام اور ختم الرسل کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور تصنیف کا زبردست دلائل کی طاقت سے رد کرنے پر آنے والا ہر عہد اُن پر نازاں رہے گا۔

### احوال و آثار

مولانا احمد رضا خاں نَسباً پٹھان، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ والد ماجد مولانا نقی علی خاں (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور جدّ امجد مولانا رضا علی خاں (م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵ء) عالم اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔

### پیدائش

فاضل بریلوی کی ولادت ۱۰/ شوال ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی یو۔پی بھارت میں ہوئی۔ "محمد" نام رکھا گیا اور تاریخی نام "المختار" تجویز کیا گیا۔ جد امجد نے احمد رضا نام رکھا بعد میں خود فاضل بریلوی نے "عبد المصطفیٰ" کا اضافہ کیا۔[۱] آپ نے اپنا سن ولادت قرآن پاک کی اس آیتِ مجادلہ سے استخراج فرمایا۔[۲]

"اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ"[۳] (۱۲۷۲ھ)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو نقش کر دیا ہے اور ان کی مدد اپنی طرف سے روح سے فرمائی۔

فاضل بریلوی نے اپنے والد ماجد نقی علی خاں سے ابتدائی تعلیم اور دیگر علوم بھی پڑھے وہ علوم حسبِ ذیل ہیں:(۱) علم القرآن (۲)علم تفسیر (۳)علم حدیث (۴)اصول حدیث (۵)کتب فقہ حنفی (۶)کتب جملہ مذاہب (۷) اصول فقہ (۸)علم جدل (۹) علم العقائد (۱۰) علم منطق (۱۱)علم نحو (۱۲)علم صرف (۱۳)علم معانی (۱۴) علم بیان (۱۵)علم بدیع (۱۶)علم مناظر (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹)علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ۔[۴] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے اساتذۂ کرام میں بھی درج ذیل قابلِ ذکر ہیں:

(۱)سید شاہ آل رسول مارہروی (۲) غلام قادر بیگ (۳) مولانا عبد العلی رامپوری (۴) شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی (۵) علامہ احمد زینی مکّی (۶) علامہ عبد الرحمٰن مکّی (۷) علامہ حسین بن صالح مکّی۔[۵]

اعلیٰ حضرت نے کتبِ درسیہ سے فراغت کے بعد تدریس، افتاء اور تصنیف کی طرف توجہ فرمائی اور اعلیٰ حضرت کے والد ماجد نے ۱۲۸۹ھ / ۱۸۷۴ء میں بریلی شریف میں مدرسہ "مصباح التہذیب" کی بنیاد رکھی جسے ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں "منظر اسلام" کا نام دیا گیا۔[۶] فاضل بریلوی کے والد ماجد کے ہاتھوں قائم ہونے والے مدرسہ نے بریلی شریف میں اسلام کی خدمت علمی طور پر کرنی شروع کی بلکہ برصغیر پاک و ہند میں ایک انقلابی ادارے جیسا کردار ادا کرنا شروع کیا۔ جہاں تک فاضل بریلوی کے حاصل کردہ علوم کا تعلق ہے انہوں نے والد ماجد صاحب سے حاصل کردہ اکیس ۲۱ علوم کے علاوہ چونتیس ۳۴ علوم بغیر استاد کے سیکھے اور ان کی اجازت نقاد علما سے حاصل کی اور آپ اپنی زندگی کے آخری ایام تک اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کرتے رہے۔ آپ فقہ، فتویٰ نویسی اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع عقلی و نقلی بنیادوں پر کرتے رہے۔

### وفات

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کو بروز جمعہ وفات پائی۔[۷] وفات سے چند ماہ قبل قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت سے الہامی طور پر اپنا سن وفات نکالا تھا۔[۸] آیت حسبِ ذیل ہے: وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ (سُوْرَةُ الدَّهْر، آیت ۱۵) یعنی "اور وہ ان کے گرد چاندی کے گلاس اور کوزے لے کر چکر لگائیں گے۔" فاضل بریلوی نے اپنے ترکہ میں اولاد اور گراں قدر سینکڑوں تصانیف چھوڑیں اور اس کے علاوہ روحانی فیض سے مزین سینکڑوں کی تعداد میں شاگرد چھوڑے۔

### اولاد

آپ کے دو فرزند تھے: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں اور مفتی اعظم

مولانا مصطفیٰ رضا خاں۔ مولانا حامد رضا خاں ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ کتب معقول و منقول والد سے پڑھیں۔ عربی ادب پر عبور رکھتے تھے اور ۷۰ برس کی عمر میں وفات پائی؛ جبکہ مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔ برادر حامد رضا خاں سے تعلیم حاصل کی اور والد ماجد سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء سے فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔[۹]

آپ کے سینکڑوں تلامذہ میں سے چند مشہور تلامذہ کا ذکر یہاں کیا جاتاہے:(۱) مولانا سلطان احمد خاں(۲) مولانا ظفر الدین قادری(۳) حافظ یقین الدین(۴) مولوی نواب علی مرزا بریلوی (۵)حافظ عبد الکریم بریلوی[۱۰]

فاضل بریلوی نے مختلف علوم و فنون پر ہزاروں کتب تصنیف کیں، جن میں کئی ایک گردشِ زمانہ کی نظر ہو گئیں اور ان میں کئی ایک ہنوز منصۂ شہود پر آنے کے لیے غیر مطبوعہ ہیں۔ بہر حال درج ذیل تین کتب قابل ذکر ہیں:

۱۔ کنزالایمان
۲۔ فتاویٰ رضویہ
۳۔ حدائق بخشش

فاضل بریلوی احمد رضا خاں کو جتنے علوم وفنون پر مہارت تامہ حاصل تھی ان کی تعداد انسٹھ ہے۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے پانچ سو سے زائد کتابوں کے اسماء درج کیے ہیں اس فہرست کو کامل اس لیے نہیں کہہ سکتے کیونکہ اعلیٰ حضرت نے ایک ہزار سے زیادہ کتب تصنیف کیں اگرچہ کچھ زمانے کی دست برد سے ضائع ہو گئیں۔[۱۱] امام احمد رضا خاں بریلوی اللہ کے ان مقرب اور برگزیدہ بندوں میں سے تھے جن کو لوح و قلم کے سہارے تو بہت کچھ ملا ہی تھا مگر فیض رب قدیر سے وہ کچھ ملا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وہ علم ہے جس کی جھلک ان کی ہر تصنیف میں نظر آتی ہے۔

اب ذیل میں چند ایک واقعات سے امام احمد رضا خاں بریلوی پر خاص رحمت ربّانی اور خدمتِ اسلام کے جذبے کی عکاسی کی جاتی ہے، حالانکہ ایسے سینکڑوں واقعات بیان کیے جاسکتے ہیں:

**واقعات**

(۱) مشہور ریاضی دان اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین ریاضی کے ایک مسئلہ کو سلجھانے کے لیے جرمنی جانا چاہتے تھے۔ قدرت الٰہی ڈاکٹر صاحب کو امام احمد رضا خاں کی چوکھٹ پر لے آئی،[۱۲] مسئلہ پیش کیا اور آپ نے آن کی آن میں مسئلہ حل کرکے ڈاکٹر صاحب کو حیران کر دیا۔ انہوں نے یہی فرمایا: ”یہ علم لدنّی ہے، کسب و ریاضت سے حل نہیں ہوتا۔“[۱۳]

(۲) انگریزوں کے دلی خیر خواہ ایک فرقہ نے جب مسئلۂ ختم نبوت کا انکار کیا اور سید عالم ﷺ کے ذکر میلاد مبارک کو کنھیا کا جنم قرار دیا، حتّٰی کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید واتباع کو شرک و کفر کہا تو امام احمد رضا خاں نے غیر مقلّدین کے ردّ میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔[۱۴]

(۳) جب انگریزوں کی شہ پاکر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیاء عظام کی مقدس شانوں میں گستاخیاں کرنا شروع کیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہنامہ بنام ”قہر الدیان علی المرتد بقادیان“ جاری کیا۔[۱۵]

(۴) اعلیٰ حضرت نے خود قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا یکم رمضان المبارک سے آغاز کیا۔ ایک دن میں ایک پارے کا دور کرتے تھے اور ۳۰؍ رمضان المبارک کو مکمل قرآن پاک حفظ کر لیا۔[۱۶]

## امام احمد رضا خاں بریلوی کی خدمات

امام احمد رضا خان بریلوی کی خدمات کثیر الجہتی کے ساتھ ساتھ علمی و عملی ہر لحاظ سے قابل ذکر ہیں۔ البتہ آپ کی خدمات بحیثیت عالم، بحثیت فقیہ اور بحیثیت محدّث ہنوز برصغیر پاک وہند میں خصوصاً ایک اہم مقام رکھتی ہیں۔ ذیل میں اِن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

### امام احمد رضا بحثیت عالم

علم و فضل کے متعدد شعبوں میں ان کی خدمات اور مہارت ہر ایک کو مسلم ہیں، اگرچہ بعض حضرات مسلکاً اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی علم وفنون پر دسترس کو تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ علیٰحدہ روش اختیار کیے ہوئے ہیں پھر بھی ارباب دانش ان کی بارگاہ رفعت وعظمت کے آگے جبین نیاز جھکانے پر مجبور نظر آتے ہیں کیونکہ ہر فن کے طالب کو اس کی تسکین کا سامان میسر آجاتا ہے۔[۱۷]

آپ کی (علمیت) عِلمی قابلیت میں عطائے ربانی کا بھی خصوصی

عمل دخل درج ذیل بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ۲۱ علوم وفنون تو والد ماجد اور مختلف اساتذہ سے سیکھے جبکہ ۳۴/ علوم وفنون بغیر استاد کے پڑھے اور سیکھے۔ یعنی آپ کو ۵۵ علوم وفنون پر کامل دسترس تھی۔

### امام احمد رضا بحیثیت فقیہ

امام احمد رضا بلاشبہ بے مثال فقیہ تھے اور جو فقیہ ہوتا ہے اس کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ فن حدیث میں کمال رکھتا ہو۔[۱۸] امام احمد رضا کو علم حدیث پر بھی بڑا تبحر حاصل تھا۔ امام احمد رضا کے مطالعہ و تحقیق کا معیار بھی بہت بلند تھا۔ انہوں نے کبھی لکھی لکھائی اور سنی سنائی پر تکیہ نہیں فرمایا بلکہ اصل متون کا خود مطالعہ فرمایا اور جب تک خود مطمئن نہ ہوتے حوالہ نہ دیتے۔[۱۹]

مسائل شرعیہ فقہیہ کا عظیم وجلیل ذخیرہ "فتاویٰ رضویہ" (جلد چہارم) امام احمد رضا کی ندرتِ تحقیق، دقتِ نظر اور وسعتِ علمیہ پر شاہد عدل ہے اور ان کی فقہی بصیرت کا شفاف آئینہ ہے۔ اس جلد میں باب الجنائز، کتاب الزکوۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج کے مسائل زیر بحث ہیں۔[۲۰] موجودہ دور کے مطابق موبائل اور ٹیلیفون کی خبر معیار کے متعلق بھی آپ نے ایک رسالے "از کی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امرالھلال" میں جامع بحث کی ہے اور آپ نے ثابت کیا کہ "امور شرعیہ میں تار، ٹیلیفون کی خبر محض نامعتبر ہے اور یہ طریقہ تحقیق ہلال کے لیے تراشا گیا بالکل باطل اور بے اثر ہے اور مسلمانوں کو ایسے اعلان پر عمل کرنا ناجائز ہے۔[۲۱] اِس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ امام احمد رضا امور شرعیہ میں اجتہاد یا جدید ذرائع اپنانے کے خلاف تھے بلکہ امورِ شرعیہ کے معاملے میں یہ تو امام صاحب کی احتیاط کا عالم تھا۔

فقہ میں جدالممتار (حاشیہ شامی) اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور علمی شاہکار ترجمۃ القرآن الکریم ہے جو ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" کے نام سے منظر عام پر آیا اور جس کے تفسیری حواشی "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کے نام سے مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تحریر فرمائے جو ایجاز واختصار اور جامعیت کے لحاظ سے بے نظیر ہیں۔[۲۲]

فقہی لحاظ سے اہلِ سنّت والجماعت کے حنفی مسلک میں اعلیٰ حضرت کا ایک نمایاں مقام ہے۔ مزید یہ کہ اہلِ سنّت والجماعت کے چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہی لحاظ سے برحق ہیں کیونکہ چاروں ائمہ دین مجتہدین نے قرآن وحدیث کے فرمودات عالیہ کو سمجھا اور مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ ان چاروں اور تمام ائمہ فقہا نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۵۰ھ) کو بالاتفاق نے امام اعظم تسلیم کیا ہے۔[۲۳]

جہاں تک اعلیٰ حضرت کی فتویٰ نویسی کی اہلیت کا مفتیانِ کہن کے ہاں مقام کا تعلق ہے ان کی اہلیت و قابلیت حسبِ ذیل واقعے سے عیاں ہے کہ: "جس دن اعلیٰ حضرت نے سند فراغت حاصل کی اسی دن مسئلہ رضاعت کے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر والد گرامی کی خدمت میں پیش کیا جو ایسا صحیح تھا کہ جس کو دیکھ کر بڑے بڑے مفتیان دنگ رہ گئے اسی دن سے "دارالافتاء" کا نظام آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس دن سے آخر عمر تک مسلسل فتویٰ نویسی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے اور فتاویٰ رضویہ کی بارہ ضخیم جلدوں کا گراں قدر سرمایہ اُمّتِ مسلمہ کو دیا۔"[۲۴]

### امام احمد رضا بحیثیت محدّث

امام احمد رضا کی بطور محدّث خدمات بھی انتہائی قابل ذکر مقام رکھتی ہیں اور آپ نے حدیث کے متعلق کئی کتب تصنیف کیں اور آپ حدیث کے راوی اور الفاظ کے متعلق بھی انتہائی دقیق نقطۂ نظر رکھتے تھے اور آپ یہ بھی علم رکھتے تھے کہ کونسی حدیث کونسے راویوں نے کن کن الفاظ سے روایت کی ہے۔

اعلیٰ حضرت نے تخریج احادیث کے آداب پر ایک رسالہ "الروض البھیج فی آداب التخریج" لکھا۔[۲۵] مولوی رحمٰن علی نے مذکورہ بالا رسالہ کے بارے میں لکھا: "اگر اس سے قبل اس فن میں کوئی کتاب نہیں ملتی تو مصنّف کو اس فن کا موجد کہہ سکتے ہیں۔"[۲۶]

آپ نے ۴۲ کتب حدیث پر شروح وحواشی لکھے اصول حدیث پر دو اور علم حدیث پر ۱۱ کتب تصنیف فرمائیں۔[۲۷]

آپ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی کتب تصنیف کرنے کے ساتھ مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع پر بھی کئی کتب اور رسالے تحریر فرمائے۔ مثلاً "جب انگریزوں کی شہ پاکر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان

کیا اور حضرات انبیاء عظام کی مقدس شانوں میں گستاخیاں کرنا شروع کیں تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کے ردّ میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہنامہ بنام ''قہر الدیان علی المرتد بقادیان'' بھی جاری کیا۔[۲۸]

امام احمد رضا خاں کی کثیر الجہتی خدمات کے سبب آپ کو مجدّد بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ مجدد امت کو بھولے ہوئے احکام شرعیہ یاد دلاتا ہے اور حضور ﷺ کی مردہ (بھولی ہوئی) سنتوں کو زندہ فرماتا ہے اور فقہ وکلام وغیرہ کے اُلجھے ہوئے مسائل کو سلجھاتا ہے اور اس کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ فرما کر باطل اور اہل ہوا کی جھوٹی شان وشوکت کو مٹانا ہوتا ہے اور یہی کام آپ نے علمی و عملی طور پر سرانجام دیے۔ حکیم الامت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام احمد رضا خاں کے بارے میں یوں ہے: ''ہندوستان کے اس دورِ متاخرین میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا۔''[۲۹]

الغرض فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں چودھویں صدی ہجری کے جلیل القدر، عظیم المرتبت، مفتی بلند پایہ مصنف، صاحب بصیرت اور باکمال ادیب وشاعر تھے۔ پاک وہند کے محققین نے ہنوز ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ وہ دنیا کے ہر محقق کی توجہ کے لائق ہیں اگر ان کی فقہی اور علمی تصانیف پر تحقیق کی جائے تو بہت سے راز ہائے سربستہ معلوم ہوں گے۔[۳۰]

المختصر جب ہم چودھویں صدی ہجری پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مجدد ملّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نظر آتے ہیں جو چودھویں کے چاند کی طرح اپنی شانِ مجددیت میں تاباں ودرخشاں ہیں تو ہمیں حضور ﷺ کی حدیث آپ پر (اعلیٰ حضرت پر) صادق معلوم ہوتی ہے ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''اِنَّ اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یُّجَدِّدُ لھا دینھا''[۳۱] یعنی اللہ تعالیٰ ہر صدی کے اختتام پر اس امت کے لیے ایک مجدد ضرور پیدا فرمائے گا جو امت کے لیے اس کا دین تازہ کرے گا۔

## حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں (مُرتّبہ)، ملفوظات اعلیٰ حضرت، (حصہ اوّل)، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۹۹، ص ۳
۲۔ محمد رضا الحسن قادری، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، اکبر بک سیلرز، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۰۔۳۱
۳۔ القرآن، المجادلۃ: ۲۲
۴۔ محمد رضا الحسن قادری، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص ۴۰
۵۔ ایضاً، ص ۳۹
۶۔ ایضاً، ص ۴۲
۷۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں (مرتبہ)، ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص ۱۲؛ مولانا حسنین رضا خاں (مرتبہ)، وصایا شریف، ص ۱۲۱
۸۔ ایضاً
۹۔ ایضاً، ص ۱۲، ۱۳
۱۰۔ محمد رضا الحسن قادری، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص ۴۳
۱۱۔ محمد عیسیٰ قادری، امام احمد رضا اور علم حدیث (جلد دوم)، شبیر برادرز، لاہور، ص ۱۳
۱۲۔ محمد احمد اعظمی مصباحی، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، رضا دارالاشاعت، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۱۴
۱۳۔ ایضاً، ص ۱۵
۱۴۔ محمد عیسیٰ قادری، امام احمد رضا اور علم حدیث (جلد دوم) شبیر برادرز، لاہور، ص ۱۱
۱۵۔ ایضاً، ص ۱۰، ۱۱
۱۶۔ محمد رضا الحسن قادری، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص ۳۹
۱۷۔ ایضاً، ص ۵۲
۱۸۔ محمد احمد اعظمی مصباحی، امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، ص ۱۶
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۷
۲۰۔ محمد عیسیٰ رضوی قادری، امام احمد رضا اور علم حدیث، جلد دوم، ص ۵
۲۱۔ ایضاً، ص ۶
۲۲۔ محمد مصطفیٰ خاں (مرتّبہ)، ملفوظات اعلیٰ حضرت، پروگریسو بکس، لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۶
۲۳۔ محمد رضا الحسن قادری، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص ۵۶
۲۴۔ محمد رضا الحسن قادری، اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص ۵۸
۲۵۔ ایضاً، ص ۵۴
۲۶۔ تذکرہ علمائے ہند ۱۰۰/ محمد رضا الحسن قادری، ص ۵۴
۲۷۔ ایضاً، ص ۵۴ تا ۵۵
۲۸۔ محمد عیسیٰ قادری، امام احمد رضا اور علم حدیث، (جلد دوم) ص ۱۰ تا ۱۱
۲۹۔ بحوالہ: محمد مصطفیٰ رضا (مرتّبہ) ملفوظات اعلیٰ حضرت، (حصہ اوّل)، ص ۳
۳۰۔ ایضاً، ص ۱۴ تا ۱۵
۳۱۔ الحدیث من صحاح ستّہ (ابوداوٗد شریف) مؤلف سلیمان بن اشعث سیتا

# کنز الایمان اور ڈاکٹر اوج کا مقالہ

**پہلی قسط**

پروفیسر دلاور خاں

**تعارف:**

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج نے اسلامیات اور صحافت میں ایم اے کیا۔ وفاقی اردو کالج سے ایل ایل بی امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ کچھ عرصے بطور لیکچرار اسی کالج میں خدمات انجام دیں۔ آپ نے "قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ" کے موضوع پر اپنا تحقیقی مقالہ لکھ کر جامعہ کراچی سے ۲۰۰۰ میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ ۲۱ اسکالرز آپ کے زیرِ نگرانی پی ایچ ڈی اور ایم فل کے مقالاجات تحریر کررہے ہیں، جبکہ ۶ اسکالرز آپ کے زیرِ نگرانی پی ایچ ڈی کے مقالاجات تحریر کرکے اعلیٰ ڈگری حاصل کرچکے ہیں۔ موصوف مختلف موضوعات پر علمی و تحقیقی ۱۱رکتب اور کتابچے تحریر کرچکے ہیں۔ ۲۲ قومی اور ۳ بین الاقوامی کانفرنسز میں حصّہ لے چکے ہیں۔ پاکستان کے معروف ٹی وی چینلز پر بطور اسلامی اسکالر مدعو ہوتے ہیں۔ سہ ماہی جریدہ التفسیر کے مدیر اعلیٰ اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ترجمان "اجتہاد" کی مجلس مشاورت کے رکن ہیں۔ مجلس التفسیر کراچی نے "ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی علمی ودینی خدمات" پر ایک کتاب شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ جامعہ کراچی کے شعبۂ معارفِ اسلامی کے چیئرمین کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دے چکے ہیں۔ آج کل فیکلٹی علوم اسلامی کے ڈین کے طور پر احسن طریقے سے اپنے فرائض انجام دے رہیں۔ آپ کا شمار بہترین مقررین میں ہوتا ہے۔ ان کے دلچسپ موضوعات، تراجمِ قرآن، تفسیر اور فقہ ہیں۔ اس تناظر میں آپ کا شمار پاکستان کے علمی حلقوں میں ہوتا آپ کی کسی بھی تحقیق سے اختلافِ رائے ممکن ہے۔ ڈاکٹر اوج کا وہ مقالہ **"قرآنِ مجید کے آٹھ اردو تراجم کا تقابلی جائزہ"** زیرِ مطالعہ ہے، جس پر آپ کو پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری تفویض ہوئی۔

مقالہ ایک مقدمہ اور چھے ابواب پر مشتمل ہے جو ۲۶۴ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مقدمے کی فصلِ اوّل: میں موضوع کا تعارف ضرورت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ یہ بنیادی فصل ہے، جو صرف دو صفحات پر مشتمل ہے۔ مقالے کی ضرورت واہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

"راقم الحروف نے فیصلہ کیا کہ مختلف معروف مسالک ومکاتب کے ترجموں میں سے انتخاب کرتے ہوئے قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا بے لاگ تقابلی جائزہ پیش کرے تاکہ تحقیق کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی تنگ نظری اور جانب داری کے بغیر یہ باور کراسکے کہ فلاں فلاں ترجمے میں یہ خوبی اور کمال ہے۔ قطع نظر اس کے وہ ترجمہ کسی بھی مترجم کا ہو۔ یوں منتخب اردو ترجم کے محاسن ایک جگہ اکٹھے ہو سکیں گے اور شاید یہ محاسن بین المسالک رواداری کا ذریعہ ثابت ہوسکیں۔ بہر حال اس سلسلے میں راقم نے اپنے تحقیقی مقالے کے لیے جن مشاہیر کے ترجموں کو منتخب کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محمود حسن دیوبندی (متوفّٰی ۱۹۲۰ء)
مولانا احمد رضا خاں بریلوی (متوفّٰی ۱۹۲۱ء)
مولانا ثناء اللہ امرتسری (متوفّٰی ۱۹۴۸ء)
مولانا عبد الماجد دریا آبادی (متوفّٰی ۱۹۷۷ء)
مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی (متوفّٰی ۱۹۷۹ء)
مولانا امین احسن اصلاحی (متوفّٰی ۱۹۹۷ء)
مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری (متوفّٰی ۱۹۹۸ء)
مولانا ابو منصور (متوفّٰی ۱۹۹۹ء)" **(ص ۸)**

**فصلِ دوم: موضوع کا دائرۂ بحث و تحقیق۔**

موصوف رقم طراز ہیں:

''پارہ عم'' کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ یہ پارہ بالعموم مسلمانوں کو یاد ہوتا ہے اور اس کی سورتیں اور آیتیں بالعموم نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں اور یاد کی ہوئی آیت یا سورت کا سمجھنا نہ صرف آسان ہوتا ہے بلکہ بہت دلچسپ بھی ہوتا ہے، لہٰذا تقابل کے لیے زیادہ مناسب یہ معلوم ہوا کہ پارۂ ''عم'' کو بنیاد بنایا جائے۔ واضح رہے کہ اگر ہم اپنے موضوع کو اس طرح پابند نہ کرتے اور قرآن مجید کے مختلف پاروں سے من پسند آیات کا انتخاب کرتے تو شاید یہ تاثر ابھر تا کہ راقم نے اپنے کسی پسندیدہ ترجمہ نگار کے ترجموں کو نمایاں کرنے کی سعی کی ہے۔'' **(ص۱۰)**

**فصلِ سوم: موضوع کے لازمی مصادر اور اسلوبِ تحقیق۔**

اس کا تعارف یوں کراتے ہیں:

''اس مقالے کے لازمی مصادر تو منتخب اردو تراجم ہی ہیں، تاہم ان ترجموں سے ہٹ کر باقی ترجمے بھی داخلِ مطالعہ و حوالہ رہے۔ مقالے کے اسلوبِ تحقیق کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ اوّل الذکر تین عناوین کے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا اسلوب تو وہی ہے جو کسی بھی تحقیقی مقالے کا لازمی جزو ہوتا ہے۔۔۔ مؤخرالذکر تین ابواب میں، میں نے سب سے پہلے قرآنی آیات کو لکھا ہے اور اس کے ذیل میں بغیر کسی لازمی ترتیب کے مترجمین کے تراجم نقل کر دیے اور اس کے بعد تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔'' **(ص۱۱)**

مقدمے کے بعد مقالے کے ابواب کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

پہلا باب: قرآنِ حکیم کے ترجموں کی ضرورت و اہمیت

دوسرا باب: قرآنِ حکیم کے اردو تراجم کی ابتدا اور اس کا ارتقائی جائزہ

تیسرا باب: منتخب اردو ترجمہ نگاروں کا تعارف

چوتھا باب: منتخب اردو تراجم کا تقابل بلحاظ معنویت

پانچواں باب: منتخب اردو تراجم کا تقابل بلحاظ لغویت

چھٹا باب: منتخب اردو تراجم کا تقابل بلحاظ ادبیت و متفرقات۔ **(ص۹)**

## ڈاکٹر شکیل کے تحقیقی مقالے کے کل اثاثے پر ایک نظر

**چوتھا باب: منتخب اردو تراجم کا تقابل بلحاظ معنویت (۴۰ صفحات)**

| نمبر شمار | سورت کا نام | مولانا احمد رضا | مولانا محمود الحسن | مولانا ثناء اللہ | مولانا عبدالماجد | مولانا مودودی | مولانا امین احسن | پیر محمد کرم شاہ | مولانا ابو منصور |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | النبا (۱ تا ۳) | | | | | ✓ | | ✓ | |
| ۲ | النبا (۴۔۵) | | | | | | | ✓ | |
| ۳ | النبا (۶۔۱۷) | | | | | | ✓ | | |
| ۴ | النبا (۱۲) | ✓ | ✓ | | | | ✓ | | ✓ |
| ۵ | التکویر (۱۵ تا ۱۸) | ✓ | ✓ | | | | | | |
| ۶ | مطففین (۲۷ تا ۲۸) | | | ✓ | | | ✓ | | |
| ۷ | انشقاق (۱۶) | | | | | ✓ | ✓ | | |
| ۸ | البروج (۴ تا ۷) | | | | | | ✓ | | |
| ۹ | البروج (۱۵) | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | ✓ | |
| ۱۰ | الفجر (۱۴) | ✓ * | | | | | | | |

**پانچواں باب: منتخب اردو تراجم کا تقابل بلحاظ لغویت (۴۳ صفحات)**

| نمبر شمار | سورت کا نام | مولانا احمد رضا | مولانا محمود الحسن | مولانا ثناء اللہ | مولانا عبد الماجد | مولانا مودودی | مولانا امین احسن | پیر محمد کرم شاہ | مولانا ابو منصور |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | الاعلیٰ (۶) | | | | | | | ✓ | |
| ۲ | الفجر (۲۲) | ✓ | | ✓ | | | | | |
| ۳ | البلد (۱تا۲) | | | | ✓ | | | ✓ | |
| ۴ | الشمس (۵تا۷) | | ✓ | | | | ✓ | | |
| ۵ | الشمس (۱۴) | | | | ✓ | ✓ | | | |
| ۶ | اللیل (۱تا۳) | | ✓ | | | | ✓ | | |
| ۷ | اللیل (۱۹) | | | | | | ✓ | | |
| ۸ | الضحیٰ (۱تا۳) | | | | ✓ | | | ✓ | |
| ۹ | التین (۵) | | | | | | ✓ | | |
| ۱۰ | البینہ (۱۴) | ✓ | ✓ | | | | | | |
| ۱۱ | البینہ (۵) | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ |
| ۱۲ | العادیات (۱۱) | ✓ | ✓ | | | | | | |
| **چھٹا باب منتخب اردو تراجم کا تقابل بلحاظ ادبیت و متفرقات (۳۳صفحات)** | | | | | | | | | |
| ۱ | الضحیٰ (۷) | | | | | | ✓ | | |
| ۲ | الم نشرح (۱تا۴) | | | | ✓ | | | ✓ | |
| ۳ | التکاثر (۵تا۷) | | | | | | ✓ | | |
| ۴ | الفیل (۴) | | | | | | ✓ | | |
| ۵ | قریش (۱تا۲) | | | ✓ | | | | | |
| ۶ | الماعون (۵) | | | | | | | | ✓ |
| ۷ | لھب (۱) | | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | ✓ | | |
| مقاماتِ تحقیق ۲۹ | سورتیں ۲۰ | ۷/۲۹ | ۹/۲۹ | ۶/۲۹ | ۶/۲۹ | ۶/۲۹ | ۱۳/۲۹ | ۸/۲۹ | ۳/۲۹ |

**[نوٹ: موصوف نے جس ترجمے کو ترجیح دی ہے اسے (✓) کے نشان سے ظاہر کیا گیا ہے۔]**

ایک قاری کی نگاہ جب مقالے کے عنوان ''قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ'' پر پڑتی ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس تحقیق میں پورے قرآن مجید اور آٹھ مشاہیر مترجمین کے تراجم پر تحقیق کر کے پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی گئی ہے، لیکن جب مقالے کی ورق گردانی کی جاتی ہے تو حقیقت اس کے برعکس دکھائی دیتی ہے اور مقالے کی فصل دوم میں ڈاکٹر صاحب دوسرا دعویٰ کرتے ہیں ''پارہ عم'' کا انتخاب کیا گیا ہے کہ یہ پارہ بالعموم مسلمانوں کو یاد ہوتا ہے۔ عنوان سے پورا قرآن موضوع تحقیق تھا، لیکن تحقیقی مقالے میں اسے پارہ عم تک محدود کیا گیا ہے۔ جب قاری اس دعوے کے تناظر میں مقالے کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے استعجاب کی حد

ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا وقیع مقالہ پورے پارے کا احاطہ ہی نہیں کرتا ہے۔ عم پارے میں کل ۳۶ سورتیں ہیں، جب کہ اس مقالے میں صرف ۲۱ سورتوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ حیرت میں مزید اضافہ ہوتا ہے کہ عم پارے کی یہ ۲۱ سورتیں بھی مکمل طور پر موضوعِ تحقیق نہیں، بلکہ ان سورتوں کے ۲۹ مقامات کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔ اس تناظر میں اس کا عنوان ''قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ'' بالکل ہی غیر متعلق معلوم ہوتا بلکہ اصل عنوان اس کا یوں بنتا ہے: ''پارہ عم کی ۲۰ سورتوں کے ۲۹ مقامات کے آٹھ منتخب تراجم کا تقابلی جائزہ''۔

اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا کہ:

(ا) پورا قرآن موضوع تحقیق نہیں

(ب) پورا پارہ عم موضوع تحقیق نہیں

(ج) پارہ عم کی مکمل ۲۰ سورتیں موضوع تحقیق نہیں۔

(د) پارہ عم کی ۲۱ سورتوں کے ۲۹ مقامات موضوعِ تحقیق ہیں اور ۲۹ مقامات سے ماخوذ نتائج کا اطلاق پورے قرآن مجید پر کیا گیا ہے جو تحقیقی اعتبار سے کسی طرح قابلِ اعتبار نہیں۔

مذکورہ مشاہیر میں سب سے اوّل محمود حسن دیوبندی کے بارے میں ڈاکٹر شکیل اوج کے تاثرات و جذبات اور بے لاگ جائزہ ملاحظہ ہو:

''مولانا محمود الحسن کا ترجمہ دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے ترجمے سے ماخوذ ہے بہ الفاظِ دیگر مولانا کے ترجمے کو شاہ صاحب کے ترجمے کی تسہیل کا عنوان دیا جاسکتا ہے اس موضوع پر ان دو تراجم کی یکسانیت اس امر کی دلیل ہے کہ مولانا نے اپنے ترجمے میں کوئی نیا پن، جدت طرازی اور تحقیقی اسلوب اختیار نہیں کیا۔'' **(ص۵۳)**

ان حقائق کی روشنی میں محمودالحسن دیوبندی کا ترجمۂ قرآن، تراجم کے اصول اور معیارات کے مطابق ترجمہ ہی نہیں، بلکہ کسی ترجمے کی تسہیل ہے۔ تحقیقی اصول اور معیارات کی روشنی میں تراجم اور تسہیل کا تقابلی جائزہ ممکن ہی نہیں۔ اہلِ علم و دانش اچھی طرح واقف ہیں کہ تراجم کا تراجم کے ساتھ اور تسہیل کا تسہیل ہی کے ساتھ تقابلی جائزہ ہو سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ ان تحقیقی اصول اور معیارات سے انحراف کرتے ہوئے اسے تراجم میں شامل کیا گیا۔ اگر تحقیقی اصولوں اور معیارات ہی سے انحراف ڈاکٹر اوج کے نزدیک تحقیق و تخلیق اور نئے پن کا حسین امتزاج ہے تو موصوف یقیناً اس کاوش پر صدبار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مشاہیر میں سے آخری نام مولانا ابو منصور کا ہے ان کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا حیرت انگیز انکشاف ملاحظہ ہو:

''واضح ہو کہ ابو منصور کو شیعی مکتب کی نمائندگی کے لیے راقم نے اپنے تحقیقی مقالے میں شامل کیا تھا مگر بعد پتا چلا مرحوم شیعہ مکتب فکر چھوڑ چکے ہیں۔'' **(ص۱۱۹)**

تحقیقی عمل میں اس قدر بے خبری اور غیر ذمہ داری پر کوئی بھی شخص موصوف کے کلام پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر شکیل اوج فرماتے ہیں ''پی ایچ ڈی کا مطلب کوئی مفصل کام نہیں ہوتا بلکہ کچھ نیا کرنا مقصود ہوتا ہے ایسا نیا جس میں تحقیق کار، تحقیق و تخلیق کے حسین امتزاج سے مخروج ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔'' **(ص۵)**

ڈاکٹر صاحب کے نئے پن، تحقیق و تخلیق کے چند حسین امتزاج ملاحظہ ہوں:

محمود حسین صدیقی لائبریری، جامعہ کراچی۔ **(ص۱۳)**

جامعہ کراچی کی مرکزی لائبریری کا اصل نام ''ڈاکٹر محمود حسین لائبریری'' ہے جو ڈاکٹر محمود حسین خاں سے منسوب ہے ڈاکٹر محمود حسین خاں جامعہ کراچی کے سابق وائس چانسلر اور جامعہ ملیہ ملیر کراچی کے بانی تھے نسلاً ''خاں'' تھے ڈاکٹر شکیل اوج کے تخلیقی صلاحیتوں اور نئے پن کو داد دیجئے جنہوں نے اپنے اجتہاد سے محمود حسین کے ساتھ ''صدیقی'' کا اضافہ اور ''ڈاکٹر'' خارج کر دیا جبکہ پروفیسر محمود حسین صدیقی مرحوم کراچی کے دوسرے معروف دانشور تھے۔

سورۂ اعلیٰ:۶، سورۃ البلد:۲، الضحیٰ:۳ اور الم نشرح:۱۔۴ میں لفظ ''مخاطب'' کی یکسانیت اور تکرار دکھائی دیتی ہے دو مترجمین حضرات کو صرف ایک لفظ ''آپ'' استعمال کرنے پر دیگر مترجمین پر چار بار ترجیح دی۔ اس حقیقت کو ملاحظہ فرمائیں۔

**سورۂ اعلیٰ:۶** کے بارے میں موصوف فرماتے ہیں: ''ان ٹھیک تراجم میں ازروئے ادب کرم شاہ الازہری اور عبدالماجد دریا آبادی

کے تراجم زیادہ بہتر اور صحیح ہیں کیوں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے لیے لفظ ''آپ'' استعمال کیا گیا ہے۔'' (ص۱۸۱)

**سورۃ البلد:۲** ''چونکہ ان کے مخاطب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اس لیے وہ ترجمے جو لفظ آپ سے کیے گئے ہیں وہ ہمارے زبان کے ظاہری آداب کے مطابق دیگر تراجم کے مقابلے میں یقیناً زیادہ بہتر سمجھے جائیں گے۔ الازہری صاحب اور عبدالماجد کے ترجمے ایسے ہیں۔'' **(ص۱۸۷)**

**الضحیٰ:۳** ''ہماری زبان کے ادب میں لفظ آپ کا استعمال زیادہ قرین ادب سمجھا جاتا ہے۔ اس پہلو سے عبدالماجد دریا آبادی اور پیر محمد کرم شاہ الازہری کے ترجمے زیادہ بہتر ہیں۔'' **(ص۲۰۶)**

**الم نشرح:۱۔۴** ''ان تراجم میں فقط عبدالماجد دریا آبادی اور پیر محمد کرم شاہ کے یہاں لفظ آپ کا استعمال کیا گیا ہے جو ظاہر ہے تمہارے، تمہارا، تمہاری کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔'' **(ص۲۳۰)**

اس مطالعے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ موصوف نے چار یکساں نوعیت (مخاطب) کی آیات منتخب کی ہیں۔ لفظ ''آپ'' ایک ہے لیکن یکسانیت کے باوجود ترجیح چار بار دی گئی ہے، جس سے آیات کے انتخاب میں سقم صاف دکھائی دے رہا ہے جو اصولِ تحقیق میں نمونہ بندی (Sampling) کے صریح خلاف ہے۔ یکسانیت اور تکرار سے بچنے کے لیے صرف اس قسم کی ایک ہی آیت کا انتخاب مناسب تھا۔

''مولانا احمد رضا خاں ۱۹۰۵ء میں دوسری مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ اور کفل الفقیہ کتابیں لکھیں۔'' **(ص۵۷)**

اول الذکر کتاب حسام الحرمین مکہ میں نہیں لکھی گئی بلکہ بریلی میں لکھی لیکن تقریظ کے لیے علمائے حرمین کو پیش کی گئی جس پر انہوں نے اپنی گراں قدر تقاریظ تحریر فرمائیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے معارفِ رضا، ۲۰۰۵، ص۲۵۵)

مقالے کا آغاز ''اظہار واقعی'' سے کیا گیا ہے جو مقالے کا پہلا صفحہ ہے جس پر صفحہ ۵ لکھا ہوا ہے جبکہ ۱، ۲، ۴، ۳ صفحات غائب ہیں، اہلِ تحقیق خوب جانتے ہیں کہ نمبر لکھنے کا آغاز مقدمہ / تعارف کے پہلے صفحے سے ہوتا ہے اور اس سے پہلے صفحات الف، ب، ج، د، لکھا جاتا ہے۔

مقالے کی فہرست ملاحظہ کریں تو معلوم ہو گا کہ پورا مقالہ ۲۸۱ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ حقیقت یہ ہے مقالے کے آخری صفحے پر ۲۶۴ درج ہے۔

صفحہ ۱۵۰ پر سورۃ النبا کی آیت کے لیے تین مترجمین کے ترجمے درج ہیں۔ نہ جانے کس مصلحت کے تحت باقی پانچ مترجمین کے ترجمے تحریر نہیں کیے گئے۔

صفحہ نمبر ۱۵۸ پر سورت کا نام اس طرح لکھا گیا ہے ''مطفیفین'' جبکہ سورت کا صحیح نام ''مطففین'' ہے۔

**فکری تضاد کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:**

ڈاکٹر شکیل لکھتے ہیں ''ہماری زبان کے ادب میں لفظ آپ کا استعمال زیادہ قرین ادب سمجھا جاتا ہے اس پہلو سے پیر کرم شاہ الازہری اور مولانا عبدالماجد دریا بادی کے ترجمے زیادہ بہتر ہیں''(ص۲۰۶) عبدالماجد دریا بادی اور پیر کرم شاہ الازہری کے یہاں لفظ آپ کا استعمال کیا گیا ہے جو ظاہر ہے تمہارے، تمہارا، تمہاری کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہیں۔(ص۲۳۰) الفجر کی آیت ۲۲ کے شروع حصے کے تراجم ملاحظہ ہوں:

(ا) تمہارے پروردگار کا حکم فیصلہ کا آپہنچے گا (ثناء اللہ)

(ب) اور تمہارے رب کا حکم آئے (احمد رضا)

موصوف لکھتے ہیں ''رضا بریلوی اور ثناء اللہ امرسری کے تراجم اپنے محل میں بالکل صحیح نظر آتے ہیں (ص۱۸۴)

ایک طرف تمہارا، تمہارے کو بہترین نہیں کہہ رہے دوسری طرف انہیں تراجم کو صحیح قرار دے رہے ہیں۔

موصوف فرماتے ہیں: ''مسلمانوں میں مکتبی و مسلکی تعصب ٹھیک نہیں۔'' **(ص۲۵۹)**

''یہ (تراجم کے) محاسن بین المسالک میں رواداری کا ذریعہ ثابت ہو سکیں۔'' **(ص۸)**

اوج صاحب کے ان پر خلوص جذبات واحساسات کی حقیقت جاننے کے لیے ان کے مقالے کے کلیدی باب پنجم اور ششم میں ان زریں افکار وخیالات کا جائزہ لیتے ہیں کہ آپ نے بین المسالک میں رواداری اور مسلکی تعصب سے گریز کرنے کی کیا علمی و تحقیقی کاوشیں سرانجام دیں ہیں۔ چند حقائق ملاحظہ ہوں:

| نمبر شمار | سورت کا نام | مفسر / مترجم | مقالے کا صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- | --- |
| ۱ | اعلیٰ: | غلام احمد پرویز | ۱۸۱ |
| ۲ | الفجر: ۲۲ | امام فخر الدین رازی | ۱۸۴ |
| ۳ | البلد: ۱۔۲ | شبیر احمد عثمانی | ۱۹۰ |
| ۴ | الشمس: ۵ تا ۷ | شاہ عبدالقادر / غلام احمد پرویز | ۱۹۴ |
| ۵ | الشمس: ۱۴ | غلام احمد پرویز | ۱۹۷ |
| ۶ | اللیل: ۱ تا ۳ | شاہ عبدالقادر | ۱۹۹ |
| ۷ | اللیل: ۱۹ | (غلام احمد) پرویز | ۲۰۳ |
| ۸ | والضحیٰ: ۱ تا ۳ | لغات القرآن مؤلف غلام احمد پرویز | ۲۰۵ |
| ۹ | التین: ۵ | امام حمید الدین فراہی | ۲۰۹ |
| ۱۰ | البیّنۃ: ۱۴ | غلام احمد پرویز | ۲۱۳ |
| ۱۱ | العٰدیٰت: ۱۱ | غلام احمد پرویز | ۲۱۸ |
| ۱۲ | التکاثر: ۵ تا ۷ | غلام احمد پرویز | ۲۳۵ |
| ۱۳ | القریش: ۱۔۲ | ڈاکٹر حمید اللہ / غلام احمد پرویز | ۲۴۶۔۲۴۷ |
| ۱۴ | الماعون: ۵ | غلام احمد پرویز | ۲۵۰ |
| ۱۵ | لھب: ۱ | غلام احمد پرویز | ۲۵۵ |

ان حقائق سے یہ نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

**اوّل:** ان پندرہ مقامات میں سے صرف گیارہ مقامات پر منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کی تحقیقات کو نمایاں مقام دیا گیا ہے، جس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر شکیل اوج صاحب فکری و نظری طور پر غلام احمد پرویز سے مرغوب و متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ اپنے کلیدی ابواب میں غلام احمد پرویز کا اس شد و مد سے تذکرہ کرکے اپنے دعویٰ ''مسلکی تعصب سے گریز'' کی خود ہی اپنی تحقیقات اور راہِ اعتدل سے انحراف کرکے نفی فرمادی اور پرویزی مسلک کے فروغ کے لیے غیر محسوس طور پر راہیں ہموار کیں۔

**دوم:** سواد اعظم اہلِ سنّت وجماعت (بریلوی) کے کسی ایک مترجم یا مفسر کا بطور حوالہ ذکر کرنا ڈاکٹر صاحب نے اپنی شان کے خلاف سمجھا جس سے سواد اعظم اہلِ سنّت وجماعت کے خلاف تعصب کی بو آرہی ہے اور بین المسالک رواداری کے دعویٰ کی قلعی کھل رہی ہے۔

ع ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

ڈاکٹر اوج کی ایک اور گل فشانی ملاحظہ ہو:

''یہ (موضح قرآن) تاریخی نام ہے جس سے سنہ ہجری ۱۲۰۵ھ نکلتا ہے۔ بعض حضرات موضح القرآن لکھتے ہیں یعنی لفظ قرآن سے پہلے ''ال'' کا اضافہ کردیتے ہیں جو کہ صحیح نہیں ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ بعنوان ''کنزالایمان اور دیگر معروف تراجم قرآن'' میں یہ غلطی عام پائی جاتی ہے۔'' (ص ۳۷)

تحقیقی اصول کے تقاضے کے مطابق بطور مثال چند صفحات کی نشاندہی کرنی چاہیے تھی کہ فلاں فلاں صفحے پر ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے ''موضح قرآن'' کی بجائے ''موضح القرآن'' تحریر کیا ہے، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ موصوف کے اس مفروضے کی صداقت کے لیے ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا مذکورہ مقالہ مطبوعہ ۱۹۹۹ء پیش نظر ہے، جو ۳۸۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جہاں شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمۂ قرآن کا نام تحریر ہے۔ وہ صفحات ملاحظہ ہوں:

(۱) ''ترجمہ کے ساتھ آپ (شاہ عبدالقادر دہلوی) نے کچھ فوائد کا

اضافہ فرمایا جو تاریخ میں میں "موضح قرآن" کے نام سے موسوم ہے۔" (مقالہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ص۱۶۶)

(۲) "جس قدر تراجم قرآن ملتے ہیں سب اسی "موضح قرآن" کے خوشہ چین ہیں۔" (ایضاً، ص۱۳۹)

(۳) مولوی محمود حسن دیوبندی مقدمہ "موضح قرآن" (ایضاًص،۱۳۹)

(۴) مولوی اخلاق حسین قاسمی دہلوی "محاسن موضح قرآن" (ایضاً، ۱۲۲)

(۵) "مولوی اخلاق حسین دہلوی موضحِ قرآن میں شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ قرآن میں اصلاح وترمیم کاذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" (ایضاً)

(۶) "اس وقت تک موضح قرآن کے جو قدیم نسخے ہمیں دستیاب ہوئے۔" (ایضاً)

(۷) "تمام مورخین نے اسی نسخے کو موضح قرآن کا پہلا ایڈیشن قرار دیا۔" (ایضاً، ص۱۲۳)

(۸) "حاشیہ موضح قرآن کالی روشنائی سے لکھا گیا ہے۔" (ایضاً، ص ۱۲۶)

ان تمام نظائر کے مطالعے سے حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ ڈاکٹر مجید اللہ قادری نے کہیں بھی اپنے مقالے "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" میں موضحِ قرآن کو "موضح القرآن" تحریر نہیں کیا۔ جبکہ ڈاکٹر اوج نے بڑے وثوق سے یہ خامہ فرسائی کی اور نہ جانے کون سے درپردہ مقاصد کے حصول کے لیے ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا نام لے کر کذب بیانی کی مشق کر رہے ہیں۔

سرورق پر قرآن مجید کے صفحے کا عکس الٹا دکھائی دے رہا ہے۔ جبکہ احتیاط کا تقاضا تھا کہ اسے سیدھا دکھایا جاتا۔ یقیناً یہ ڈاکٹر صاحب کے اسلوبِ تحقیق کا نیا پن ضرور ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر شکیل اپنے مقالے کے تیسرے باب میں علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تذکرہ اکابر اہلِ سنّت" کا صفحہ ۶۷۴ سے یہ اقتباس نقل کرتے ہیں: "پیر محمد کرم شاہ الازہری نسباً ہاشمی قریشی اور مسلکاً حنفی ہیں۔ ۲۱/ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء شب دوشنبہ بعد از نماز تراویح بھیرہ شریف میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا نسب اکیس واسطوں سے شیخ الاسلام حضرت زکریا ملتانی سے ہوتا ہوا اصحابِ صفہ میں سے صحابی رسول حضرت ہبار رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔"(۱۰۹حوالہ نمبر ۲۵۲)

شرف ملّت کی مذکورہ کتاب راقم کی لائبریری میں موجود تھی جب اس کتاب کا صفحہ نمبر ۶۷۴ کا مطالعہ کیا تو حیرت کی انتہا ہو گئی اس پر تو حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی امیر جند اللہ حضرت پیر محمد شاہ غازی قدس سرہ (بھیرہ شریف) کا تذکرہ ہے۔ پیر صاحب سے متعلق جو اقتباس ڈاکٹر اوج نے نقل کیا ہے اس کا تعلق کسی طرح بھی نہیں بنتا۔ یہ الحاق ہی نہیں بلکہ غلط بیانی بھی ہے۔ علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں کہیں بھی ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ نہیں لکھا کہ وہ "نسباً ہاشمی قریشی مسلکاً حنفی ہیں ۲۱/ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۱۸ء شب دوشنبہ بعد از نماز تراویح بھیرہ شریف مین ولادت ہوئی۔"

## الحاصل:

(۱) مولانا محمودالحسن کی تسہیل کو بطور ترجمہ شامل کرنا۔

(۲) جامعہ کراچی کی لائبریری کا نام غلط تحریر کرنا۔

(۳) مولانا ابو منصور کے بارے میں بے خبری۔

(۴) یکساں نوعیت کی چار آیات کا انتخاب۔

(۵) مقالے کی صفحات کی تعداد کا غلط اندراج۔

(۶) فکری تضاد۔

(۷) غلام احمد پرویز کا کثرت سے ذکر۔

(۸) املا کی اغلاط۔

(۹) پورا قرآن موضوعِ تحقیق نہیں۔

(۱۰) پورا "پارہ عم" موضوع تحقیقی نہیں۔

(۱۱) موضح القرآن کو غلط منسوب کیا گیا۔

(۱۲) قرآنِ مجید کے صفحے کا عکس الٹا دکھایا گیا ہے۔

(۱۳) الحاق اور غلط حوالہ درج ہے۔

ان کوتاہیوں، بے احتیاطی اور معلومات کے فقدان سے جہاں تحقیق کے معیارات اور اصول سے روگردانی ظاہر ہو رہی وہیں یہ مقالے اور صاحب مقالہ کی ثقاہت اور علمی قابلیت پر سوالیہ نشان ہے۔ اس مرحلے پر ایک قاری ڈاکٹر محمد شکیل اوج سے یہ سوال کرنے کی جسارت کرتا ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب کسی طالب کو ایم اے میں یہی (Assignment) دیں اس میں یہ تمام نقائص اور کیفیات ہوں تو کیا وہ طالب علم اوج صاحب کے دستِ مبارک سے پاس ہونے کی امید رکھ سکتا ہے؟

**(جاری۔۔۔)**

# عصرِ حاضر میں مُرابحہ کا عملی اطلاق اور تحقیقِ رضا

**صبا نور** (ایم فل، دی یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان)

**خلاصہ:** خرید و فروخت کے طریقوں میں سے ایک مرابحہ ہے جس میں فروخت کرنے والا شے کی لاگت پر معلوم نفع رکھ کر خریدار کو وہ شے فروخت کرتا ہے۔ مرابحہ کی جامع و حتمی تعریف پر فقہائے کرام کی عظیم الشان تحقیقات موجود ہیں۔ مولانا احمد رضا نے مرابحہ کی شرعی تعریف کو منفرد انداز سے پیش کیا ہے۔ آپ کی پیش کردہ تحقیقات سے پچھلے فقہا کی بیان کی گئی تعریفوں کے مابین اختلافات اور وارد ہونے والے اعتراضات دور ہوگئے۔ آپ نے مرابحہ کی جامع تعریف بیان کرتے ہوئے اس عقد سے متعلق اہم شرائط بیان کیں ہیں۔ موجودہ دور میں اسلامک بینکنگ خصوصاً درآمدات کی تمویل میں مرابحہ کا طریقہ رائج ہے۔ آپ کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے اس کو بہتر طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ (صبا)

## تعارف

سود بہت سی اخلاقی و معاشرتی برائیوں کی جڑ ہے اسلام میں اس کے حلال ہونے کی قطعاً گنجائش نہیں۔ یہ بات افسوس ناک ہے کہ اس کے حرام ہوتے ہوئے بھی ہماری معیشت سودی کاروبار میں جکڑی ہوئی ہے۔ سود پر قرضے دیے اور وصول کیے جاتے ہیں۔ ہمارا بینکنگ سسٹم سارے کا سارا سود کے کاروبار پر مشتمل ہے۔ اسلامک بینکنگ سسٹم کے تحت کچھ یہ عنصر کم ہوا ہے۔ موجودہ اسلامی بینک براہ راست اور دیگر بینک اسلامک بینکنگ برانچز کے ذریعے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے زیرِ نگرانی اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔ اسلامک بینکنگ میں معروف شرعی عقود کو بنیاد بنا کر متعدد پروڈکٹس تخلیق کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر مرابحہ کو بیع موجل کے ساتھ اسلامک بینکنگ میں تمویل برآمدات کے پروڈکٹ کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے اس میں جائز طریقے سے تمویل اور نفع کی سہولت حاصل ہوجاتی ہے۔ مرابحہ کو بہتر انداز میں استعمال کرنے کے لیے اس کی شرعی تعریف اور شرائط کا سمجھنا ضروری ہے۔

## طریقۂ کار

پیشِ نظر مقالے میں مرابحہ کی تعریف و اہمیت، اس کے قائم کرنے کے طریقے، شرائط کو بیان کرنے کے بعد خصوصاً مولانا احمد رضا کی اس عقد سے متعلق منفرد تحقیق کو بیان کیا گیا ہے۔ مختصر طور پر دیگر فقہا کی طرف سے پیش کی گئی مرابحہ کی تعریفوں کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج، خلاصہ اور مآخذ و مراجع درج کر دیے گئے ہیں۔

## تحدید

مولانا احمد رضا کی عقدِ مرابحہ سے متعلق تحقیق جامع اور منفرد ہے۔ اس مقالے میں آپ کی بیان کی گئی تحقیق میں سے چند بنیادی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ پوری تحقیق کا احاطہ اس مقالے میں ممکن نہیں؛ وہ ایک الگ سے مقالے کی متقاضی ہے، جو ان شاء اللہ جلد ہی معارفِ رضا میں پیش کی جائے گی۔

## اعتذار

مرابحہ سے متعلق مولانا احمد رضا کی تحقیق کو صرف "العطایا النبویہ فی الفتاوی رضویہ" (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات) کی سترہویں جلد سے پیش کیا گیا ہے۔

## مقاصدِ تحقیق

(۱) عقد مرابحہ سے متعلق مولانا احمد رضا کی تحقیقات کو پیش کرنا، اس تحقیق کو منظرِ عام پر لانا۔

(۲) دورِ حاضر میں اسلامک بینکنگ سسٹم میں مرابحہ کے استعمال سے لوگوں کو روشناس کرانا۔

(۳) سودی کاروبار اسلام میں حرام ہے۔ اسلام نے اس کا متبادل حل پیش کیا کہ جائز اعتبار سے نفع کس طرح عقدِ مرابحہ کی صورت میں وصول کیا جاسکتا ہے؛ اس کی طرف عوام الناس کی توجہ دلانا۔

## معنیٰ و مفہوم

مرابحہ کی تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ ایک شخص کوئی شے خریدتا ہے اس شے پر اخراجات کرتا ہے بعد میں قیمت اور اخراجات دونوں کو ملا کر فروخت کرتا ہے لیکن فروخت کرتے وقت وہ نفع کی

مقدار بھی خریدار سے وصول کرتا ہے لہٰذا کسی شے کو خرید کر کچھ اخراجات کر کے قیمت اخراجات کے علاوہ نفع خریدار سے لینا، نفع کی مقدار پر یہ فروخت "مرابحہ" ہے۔ بعض اوقات کوئی شخص خرید وفروخت کے معاملات سے ناواقفیت کی بنا پر کسی دوسرے شخص پر اعتماد کرلیتا ہے کہ تم یہ فلاں فلاں شے خریدلو بعد ازاں میں تم سے اتنے نفع پر خریدلوں گا[1]۔ یہ صورت مرابحہ کی ہے۔ اس میں سود کا کوئی عنصر شامل نہیں، بلکہ شرع نے جائز اعتبار سے نفع حاصل کرنے کی ایک راہ بتائی ہے۔

مرابحہ کے ساتھ دو مزید عقود بھی ہیں جن کو تولیہ اور وضیعہ کہتے ہیں۔ ان میں تھوڑا فرق ہے۔ تولیہ شرع کی اصطلاح میں اس عقد کو کہتے ہیں کہ جس میں خریدار صرف قیمت اور اخراجات ہی بتا کر فروخت کرتا ہے یعنی نفع کی مقدار خریدار سے وصول نہیں کرتا۔ یعنی مرابحہ میں نفع لیتے ہیں، تولیہ میں نفع متعین نہیں ہوتا۔ جب کہ وضیعہ یہ ہے کہ خریدار کم قیمت پر شے کو فروخت کرتا ہے یعنی کہ جتنی قیمت پر اس نے خریدی اس سے بھی کم پر فروخت کردے۔[2]

## مرابحہ کی شرائط

مرابحہ اور تولیہ اس امر پر مبنی ہیں کہ وہ شخص جو کسی دوسرے فرد کو خرید وفروخت کی ذِمّے داری سونپتا ہے وہ شخص امین ہو اور اپنی اس ذمّے داری کو پوری دیانت سے ادا کرے حتّٰی کہ ادھار خریدی ہوئی شے کی معیاد بیان کرے۔

مرابحہ میں جو نفع بیچنے والا خریدار سے وصول کرتا ہے اس نفع کا خریدار کو معلوم ہونا ضروری ہے۔ اگر مبیع (یعنی شے) کے دس روپے خریدار کو معلوم ہیں گیارھواں جز جو نفع ہے خریدار اس سے ناواقف ہے وہ نامعلوم ہے، تو یہ عقد جائز نہیں ہوگا۔

بیچنے والا خریدار کو صاف الفاظ میں بتائے کہ مجھے یہ شے اتنے میں پڑی ہے یوں جھوٹ نہ بولے کہ میں نے اتنے میں خریدی، جیسے، راس المال جس پر بیچنے والا نفع کی مقدار بڑھاتا ہے اس شے میں کچھ اخراجات صرف کرتا ہے جیسے مرمت کروانے کی اجرت وغیرہ ان سب مصارف کو اس شے کی قیمت کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے۔ الغرض جن چیزوں سے خود اس شے میں یا اس کی قیمت میں زیادتی ہو ان سب مصارف کو راس المال میں بڑھانا جائز ہے کیونکہ عین مال میں زیادتی ہوتی ہے۔ باربرداری مرمت سے قیمت بڑھتی ہے کیونکہ جگہ مختلف ہونے سے قیمت بھی مختلف ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ شے کی قیمت سستی ہوتی ہے، دوسری جگہ وہی شے مہنگے داموں بکتی ہے۔ بیچنے والا خریدار کو صاف الفاظ میں واضح کرے کہ کل خرچہ وغیرہ ملاکر مجھے یہ شے اتنے پیسوں میں پڑی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولے مثلاً تمام اخراجات وغیرہ ملاکر کہے کہ میں نے یہ شے اتنے میں خریدی تو یہ جائز نہ ہوگا۔[3]

عقد مرابحہ میں خرید نے والے کو بیچنے والے پر کسی قسم کی خیانت کا شُبہ ہو تو امام ابو حنیفہ کے مطابق خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوتا ہے چاہے تو پوری قیمت میں شے خریدے یا اس عقد کو ترک کردے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ عقدِ مرابحہ اور تولیہ میں خیانت کا شبہ ظاہر ہونے پر قیمت کم کرسکتا ہے۔ مرابحہ میں راس المال اور نفع دونوں سے کم کرسکتا ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ کی دلیل واضح ہے کہ بیع تولیہ میں مقدار خیانت گھٹائی نہیں جائے گی تو وہ بیع تولیہ نہ رہے۔ عقد مرابحہ میں کچھ گھٹا یا نہ بھی جائے تب بھی وہ مرابحہ رہے گا، اگرچہ نفع میں فرق ہوجائے گا۔ پس تصرف نہیں بدلے گا مثلاً دس درہم قیمت بتائی اور پانچ درہم نفع، اور پھر معلوم ہوا کہ اصلی قیمت تو آٹھ درہم ہے تو نفع سات درہم ہوگیا اس صورت میں اب بھی یہ مرابحہ ہی ہے لیکن اس میں خریدار کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے تو اس عقد کو قائم رکھے یا ترک کردے۔[4]

اسی طرح ایک شے کی قیمت دس روپے دوسرے شہر کے سکوّں سے قرار پائی مثلاً دوسرے شہر کے روپے کو قیمت قرار دیا گیا اور اس کو ایک روپیہ کے نفع سے لیا اس روپے سے مراد اُس شہر کا سکہ ہے لہٰذا دس روپے دوسرے شہر کے سکے کے اور ایک روپیہ یہاں کا دینا ہوگا؛ چاندی کے روپے اور سونے کی اشرفی میں مرابحہ نہیں ہوسکتا، مثلاً ایک اشرفی پندرہ روپے میں خریدی اور اسی کو ایک روپیہ یا کم وبیش نفع سے مرابحہ کے طور پر بیع کرنا درست نہیں۔

## مرابحہ سے متعلق مولانا احمد رضا خاں کی تحقیق

مولانا احمد رضا کی ذاتِ گرامی میں بہت سے اوصاف وکمالات پائے جاتے ہیں علوم وفنون کی جس جہت سے بھی آپ کا مطالعہ کیا جائے آپ اسی علم وفن میں امامت کے درجے پر فائز نظر آتے ہیں۔ علوم

میں شعبہ معاشیات (Economics) نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا احمد رضا معاشیات کے میدان میں بھی امتیازی و منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اس کا اندازہ فقہی انسائیکلوپیڈیا "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" میں معاشیات سے متعلقہ موجود مواد سے ہوتا ہے، جس کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ آپ چودھویں صدی کے اکانومسٹ ہیں۔ انھوں نے اسلامک بینکنگ کے علاوہ مختلف جدید موضوعات کو اپنی تحقیق کا حصّہ بنایا اور وہ پہلو منظرِ عام پر لائے جن کا تذکرہ ائمہ سابقین کی تصانیف میں بھی نظر نہیں آتا۔ خرید و فروخت اور لین دین کے معاملات پر بلاشبہ ائمہ سابقہ کی تصانیف میں بھی بہت کچھ مواد نظر آتا ہے، لیکن مولانا احمد رضا کی خاصیت اس میدان میں منفرد اس اعتبار سے ہے کہ آپ نے نہ صرف اس دور کے مسائل کو مدِ نظر رکھ کر تحقیق پیش کی بلکہ آئندہ آنے والے ادوار میں جو مسائل مسلمانوں کو درپیش ہوسکتے تھے ان سب کا بھی احاطہ کیا اور شریعت کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں کو جائز اور متبادل حل بھی بتادیے۔

خرید و فروخت اور لین دین میں مختلف عقود روز مرّہ زندگی میں قائم ہوئے ہیں، مولانا احمد رضا نے لین دین کے معاملات پر خاص انداز سے تحقیق کی۔ انہی موضوعات میں سے ایک عقد "مرابحہ" ہے۔ مولانا احمد رضا سے قبل علما و فقہا نے اپنے انداز سے مرابحہ کی تعریفیں پیش کیں، جو اعتراضات سے خالی نہ تھیں۔ فقہ کی زیادہ تر کتابوں میں مرابحہ کی جو تعریف پیش کی گئی وہ یہ تھی کہ "جس شے کا مالک ہوا اس کو ثمنِ اوّل مع کچھ زیادتی کے دوسرے کو منتقل کرنا" یہ تعریف "الہدایہ"، "کنزالدّقائق" میں موجود ہے۔ "الدرر الاحکام فی شرح غرر الاحکام" میں لفظ عقد اور ثمن دونوں کو چھوڑ کر ایک اور انداز سے مرابحہ کو پیش کیا گیا کہ "جس شے کا مالک ہوا وہ شے جتنے میں اس کو پڑی اس کی مثل اور زیادہ کے ساتھ اس کو منتقل کرنا"۔ یہ تعریف بھی جامع نہ تھی، "بحر الرائق" کے مصنف نے مرابحہ کی تعریفوں پر ہونے والے اعتراضات کا رد کیا اور یہ بات بیان کی کہ عقد مرابحہ اور تولیہ دونوں ہی دراہم و دنانیر میں جائز نہیں۔

علامہ سمرقندی نے "تحفۃ الفقہا" میں بیان کیا کہ جب کسی شے کو ثمن اول پر کچھ نفع کے ساتھ فروخت کیا جاتا ہے تو وہ ثمن (قیمت) دو حال سے خالی نہیں کہ وہ ذوات الامثال میں سے ہے جیسے درہم، دینار، کیلی، وزنی، عددی، متقارب میں سے ہے جیسے غلام، کپڑے، مکانات، تربوز اور انار وغیرہ، بہر حال ثمن اول مثلی ہو اور اس نے ثمن اور (قیمت اول) پر کچھ نفع لگا کر فروخت کیا تو بیع جائز ہے چاہے وہ نفع ثمن اول کی جنس سے ہو یا نہ ہو۔ دوسری بات کہ وہ شے معیّن و معلوم ہو جیسے درہم اور ایسا کپڑا جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔

مولانا احمد رضا خاں ان تمام تعریفوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اعتراضات سے خالی جامع و واضح تعریف پیش کرتے ہیں کہ "جو شے مرابحہ کے طور پر بیچی جائے اس کا عرض و سلع و کیلا ہونا لازم نہیں بلکہ سونے چاندی پر بھی مرابحہ جائز ہے جبکہ سونا چاندی کے روپوں کو خریدا ہو یا چاندی سونے کی اشرفیوں کو"۔ سونا کہ دس چاندی کے روپے کو خرید کر گیارہ روپے کو بیچا، یا دس روپے بھر چاندی کا کنگن ایک اشرفی کو مول لیا تھا، ڈیڑھ دو اشرفی یا ایک اشرفی اور ایک روپے کو بیچنا یہ عقد صرف ہے اور مرابحہ ان میں جائز ہے۔ [۵]

مولانا احمد رضا نے عقدِ مرابحہ کی دو شرائط بیان کیں کہ جو شے مرابحہ کے طور پر بیچی جائے اس میں دونوں شرائط کو مدِّ نظر رکھا جائے۔

### شرطِ اوّل: مرابحہ کی جانے والی شے کا معیّن ہونا

مرابحہ کی شرطِ اوّل یہ ہے کہ وہ شے جس کو خریدا جائے اور خریدار اس شے کو مرابحہ بیچنا چاہتا ہے اس شے کا معیّن ہونا ضروری ہے۔ چاندی کے روپے، سونے کی اشرفی یہ عقود معاوضہ میں متعین نہیں ہوتے، جیسے ایک شے سو روپے کی خریدی، کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہی سو روپے جو اس وقت سامنے تھے ادا کرے، بلکہ کوئی سے بھی سو روپے دیے جاسکتے ہیں؛ لیکن دوسری صورت میں سونے کے کنگن بیچے تو خاص وہی کنگن دینے ہوں گے، ان کو بدل کر دوسرے کنگن نہیں دیے جاسکتے، اگرچہ وزن اور ساخت میں ان کے مثل ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ شرط مرابحہ و تولیہ وضیعہ تینوں میں ہے یعنی کوئی شے خرید کر اُس کو نفع پر مرابحہ کے طور پر فروخت کرے یا برابر قیمت پر (تولیہ کے طور پر) یا کم قیمت پر (وضیعہ کے طور پر)۔ ان عقود میں اس شے کا معیّن ہونا ضروری ہے کہ یہ عقد مملوکہ شے سابق پر وارد ہوتا ہے اور جب وہی شے معیّن و مخصوص نہیں تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی شے

ہے؛ جیسے اگر روپوں سے اشرفیاں خریدیں تو ان کو بذریعہ مرابحہ نہیں بیچ سکتے، اس لیے کہ اشرفیاں معین نہیں ہوتیں بیچنے والا ان اشرفیوں کے بدلے دوسری اسی طرح کی دے دیتا تو جائز تھا اور اب یہ جو بیچ رہا ہے یہ اب بھی متعین نہ ہوں گی۔ یہ اشرفیاں دے یا اُن کے ساتھ کی دوسری تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جو اشرفیاں پہلے اس کی ملک میں آئی تھیں وہی اتنے نفع پر بیچیں کہ بیع مرابحہ ہو، لیکن دوسری صورت میں اگر سونے کا کنگن روپوں میں خریدا تو اسے مرابحتاً بیچا جاسکتا ہے کہ وہ بیع میں متعین ہو گیا تو عقد مرابحہ اسی مملوک اوّل پر واقع ہوگا۔[۶]

مولانا احمد رضا نے مرابحہ کی شرطِ اوّل کے تحت اس بات کی وضاحت کردی کہ مرابحہ میں جو شے فروخت کی جاتی ہے اس شے کا متعین ہونا لازمی ہے۔

**شرطِ دوم: بیچی جانے والی شے اپنی جنس کے بدلے نہ لی گئی ہو**

مرابحہ میں دوسری شرط یہ ہے کہ بیچی جانے والی شے ایسا مال نہ ہو جو اپنی ہی جنس کے بدلے لیا گیا ہو۔ تاہم یہ شرط مرابحہ اور وضیعہ میں، تولیہ میں نہیں۔[۷]

کیونکہ مرابحہ میں شے نفع کے ساتھ فروخت کی جاتی ہے۔ تولیہ میں برابر قیمت پر فروخت ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے جب ایسا مال جو ایک ہی جنس کا ہوگا جیسے گندم کے بدلے گندم خریدی اگر زائد گندم لینے کا تقاضا کرے تو یہ کمی بیشی سود شمار ہوگی؛ کیونکہ یہ زیادتی یا نفع اسے اپنی ہی جنس کے بدلے ملا ہے۔ عقد تولیہ میں چوں کہ برابر شے وصول کی جاتی ہے لہٰذا وہاں اس شرط کا اطلاق نہیں ہوتا، یہ شرط مرابحہ اور وضیعہ میں ہے جہاں زیادتی اور کمی پر فروخت کیا جاتا ہے جنس کے بدلے جنس لے تو یہ فرض ہوگا کہ نہ نفع لے نہ کمی؛ بلکہ برابری پر کرے۔

مولانا احمد رضا اس بات کی تائید میں فتاویٰ عالمگیریہ سے عبارت پیش کرتے ہیں کہ اگر سونے کے بدلے سونے یا چاندی کے بدلے چاندی کو خریدا تو اس میں مرابحہ بالکل جائز نہیں ہوگا۔[۸]

مولانا احمد رضا اس بات کی وضاحت بیان کرتے ہیں کہ جو شے مرابحہ میں بیچے گا اس کی جنس سے بدلے گا یا غیر جنس، اگر جنس سے بدلے تو یہ فرض ہوگا کہ دونوں پورے برابر ہوں کمی بیشی سود ہوگی اور اگر غیر جنس سے بدلے گا تو مرابحہ نہ ہوئی اور نہ ہی جائز ہوگی۔

کیونکہ مرابحہ یہ تھی کہ جنس عوض پر اس نے شے خریدی اس کو کچھ نفع کی زیادتی کے ساتھ بیچے یہاں عوض کی جنس بدل گئی۔ مولانا احمد رضا کی پیش کی گئی اِس تحقیق سے اُن اعتراضات کا جواب ہو جاتا ہے جو "الهدایہ" پر "العنایۃ" میں کیے گئے ہیں اور "بحر الرائق" کے مصنف نے بھی اس کی اتباع کی اور تعریف پر اعتراض کیا کہ یہ تعریف ابہام پر مشتمل ہے۔ مولانا احمد رضا ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "صاحب ہدایہ کے قول 'ثمن اول' سے مراد ثمن اول کا عین ہے یا اس کی مثل۔ اول کی طرف کوئی راہ نہیں کیونکہ عین اول تو بائع اول کی ملک ہو گیا۔ اور نہ ہی ثانی کی طرف کوئی راہ ہے کیونکہ ثانی دو حال سے خالی نہیں یا تو اس سے مراد جنس کے اعتبار سے ثمن اول کا مثل ہونا ہے یا مقدار کے اعتبار سے، جنس کے اعتبار سے مثلیت تو اس دلیل کی وجہ سے شرط نہیں کہ جب اس نے بطور مرابحہ کسی شے کی بیع کی اگر اس شے کی مثل موجود ہے جس کے بدلے اس نے خریدا تھا تو یہ بیع مرابحہ جائز ہے چاہے اس نے نفع راس المال یعنی دراہم کی جنس یعنی دراہم سے رکھا یا اس کے غیر یعنی دیناروں سے رکھا ہو یا اس کے برعکس ہو جب یہ معین ہو اس کے بدلے خریداری جائز ہے کیونکہ یہ سب ثمن ہیں اور اگر مقدار کے اعتبار سے مثلیت مراد ہو تو یہ مقتضی ہے اس امر کو کہ راس المال کے ساتھ دھوبی، رنگریز اور نقش و نگار وغیرہ کی اجرت نہ ملائی جائے۔

اور ناجائز اس اعتبار سے ہوگی کہ غیر جنس کا عوض اوّل کے مثل و مساوی ہونا محض اندازے سے ہوگا اور اندازہ غلطی پر مبنی بھی ہوسکتا ہے اور عقدِ مرابحہ تو امانت پر ہی قائم ہوتا ہے، جس میں خیانت کا شبہ بھی حرام ہے؛ لہٰذا بیچنے والے پر لازم ہوگا کہ پورا ٹھیک ٹھیک قیمت اول کا مساوی بتا کر اس پر نفع بڑھائے۔ غیر جنس میں ٹھیک ٹھیک مساوات بتانا محال ہے لہٰذا مال ربوی جب اپنی جنس کے عوض لیا ہو تو اسے مرابحتاً بیچنا ناممکن و حرام ہے۔"[۹]

مولانا احمد رضا کی اس تحقیق سے علما و فقہا کے مابین اختلافِ رائے اور مختلف اعتراضات خود بخود اٹھ جاتے ہیں۔

**خلاصۂ تحقیق**

اسلام انسانوں کو حلال کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس

نے سود سمیت تمام کاروبار، جس سے دوسرے انسانوں کی حق تلفی ہوتی ہوایسے تمام ذرائع کو حرام قرار دیاہے۔اسی طرح کاروبار کی جتنی بھی صورتیں اسلام نے پیش کیں ان میں اس بات کو خصوصاً مدِّ نظر رکھا کہ اگر ایک انسان نفع حاصل کر رہا ہے تو کیا وہ شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے ایسا کر رہاہے؟ ایسے تمام طریقوں سے اسلام نے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کو جائز اعتبار سے نفع حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ مرابحہ انہی میں سے ایک ہے۔ اس میں نہ صرف ایک مسلمان جائز اعتبار سے نفع حاصل کرلیتاہے بلکہ دوسرے کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا نے مرابحہ کی دو شرائط بیان کیں جن کی وجہ سے فقہا کے آپس میں اختلافات کو دور کر دیا۔

## نتائج

مرابحہ کی جامع تعریف سے متعلق فقہا کے مابین جو اختلافِ رائے موجود تھااس کے پیشِ نظر مولانااحمد رضانے مرابحہ سے متعلق جامع و واضح انداز میں تحقیق بیان کی ہے اور عقد مرابحہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس عقد سے متعلق دو شرائط بیان کیں ہیں، جن کے مطابق اس عقد کو قائم کیاجاسکتاہے۔

موجودہ دور میں مرابحہ اور ادھار فروخت کے معاہدوں کا استعمال اسلامک بینکنگ سسٹم میں کاروباری اثاثوں کی ادھار خریداری اور درآمدات کی تمویل کے لیے ہورہاہے جو کہ سود کے بغیر بینک اور کاروبار کرنے کی جدید شکلیں ہیں جن کو استعمال کر کے سودی معاملات سے بچتے ہوئے مقاصد کو جائز طریقے سے پورا کیا جاتا ہے۔ اس طرح بینک بھی جائز منافع حاصل کر سکتے ہیں اور صنعت کار و تاجر بھی اپنی کاروباری ضروریات کی تکمیل کر سکتے ہیں۔

## عملی اطلاق

عصرِ حاضر میں اسلامک بینکنگ میں عقدِ مرابحہ تمویل کے مقاصد کے لیے استعمال ہورہاہے۔ ادھار فروخت اور مرابحہ کے ذریعے اسلامک بینکوں نے تمویل کے مقصد کے لیے متعدد پروڈکٹس تیار کی ہیں۔مثال کے طور پر اگر ایک صنعت کار مشینری یا کسی اور کاروباری اثاثے کی خریداری کرنا چاہے اور اس کے پاس مطلوبہ رقم نہ ہو تو اس کے پاس یہ اختیار ہے کہ وہ کسی بینک سے سودی قرضہ حاصل کرے اور اپنی مطلوبہ مشینری بازار سے خرید لے۔ بینک اس کو کسی رہن کے بدلے ایک معیادی قرضہ جاری کر دے گا اور قرض کی مدت پوری ہونے پر قرض کی رقم یکمشت یا قسط وار مع سود کے وصول کرلے گا۔ اسلامک بینکنگ میں اس سودی طریقے سے بچنے کے لیے نعم البدل موجود ہے۔ یہی صنعت کار اپنی ضرورت کی تکمیل کے لیے کسی اسلامک بینک سے مرابحہ پر مشتمل تمویل کا معاہدہ کر سکتاہے۔ جس میں صنعت کار بینک سے گذارش کرتا ہے کہ فلاں مشنری خرید لیں اور مجھے مرابحہ کے ذریعے ادھار فروخت کر دیں۔ بینک متعلقہ شے خرید لیتاہے اور اسے کلائنٹ کے ہاتھ ایک مخصوص منافع کے ساتھ ادھار فروخت کر تاہے۔ صنعت کار کو اصل قیمت اور بینک کے نفع کا علم ہو تاہے اور وہ ادھار خریدی گئی مشنری کی رقم بینک کو اقساط میں ادا کر کے اپنی ضرورت پوری کرلے گا۔اس طریقہ کار سے صنعت کار کو مشنری حاصل کرنے کے لیے تمویل کی ضرورت اور بینک کو نفع حاصل کرنے کے مقصد شرعی طور پر پورے ہوجائیں گے۔ اسی طرح ادھار فروخت اور مرابحہ پر مشتمل تمویل کے معاہدے کو درآمدات کے لیے بھی اسلامک بینکنگ میں استعمال کیا جتا ہے۔ اسلامک بینک اور ان سے کاروبار کرنے والے افراد و ادارے مولانا احمد رضا کی تحقیق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان معاملات کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔

## مصادر و مراجع


۱۔ الھدایہ، مترجم مولاناسید امیر علی، جلد ۳، ص۱۲۹، مکتبہ رحمانیہ، جنوری ۱۹۹۲ء

۲۔ بہارِ شریعت، گیارہواں حصّہ، مولانا امجد علی اعظمی، ص ۱۳۲، مکتبۃ المدینہ، کراچی، ۲۰۰۹ء

۳۔ ایضاً

۴۔ المرجع السابق

۵۔ فتاویٰ رضویہ (مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات)، امام احمد رضا بریلوی، ج ۱۷، ص ۲۲۴، رضا فاونڈیشن، لاہور

۶۔ ایضاً، ۲۲۶

۷۔ ایضاً، ۲۲۷

۸۔ ایضاً، ۲۲۸

۹۔ ایضاً، ۲۲۸ تا ۲۳۳

# مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی اور برصغیر کی سیاسی تحریکات

ڈاکٹر محمد حسن امام (وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی)

**Abstract:** Undoubtedly, coming in being of Pakistan was a great event. It was an astonishing revolution according to its effect & conclusions. Actually, Pakistan was neither made because of any need of time & expedience nor a support of any party (Person) or Power and result of conspiracy. But it was achievement of continuous mental and intellectual & practical efforts. Further it was a logical result of continuous events & situation after 1857. Then there is not only a single moment, so many moments and activities were behind this revolution. But this is the reality that religious, political, traditional, cultural, social, economical, psychological activities were also behind the aim of Pakistan was never only to divide Hind. The Muslims have their own culture and their own civilization. Hence the Muslims should get a state in the Muslim majority areas where they may be able to Cultivate their religious and moral tradition. In 1925 the all India Sunni Conference took place at Muradabad. According to its plan the Muslim majority provinces of the sub-continent were to be made a separate unit with a Muslim Government.

**(الف) خلفاءِ مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ**

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مایہ ناز شخصیت جس نے ایک عہد کو متاثر کیا، بلکہ یوں کہیے کہ ایک زمانے کو کئی زمانوں تک کے لیے مسخر کرلیا۔ یہ ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت غالباً معاصرین علما وصوفیہ میں کسی کو حاصل نہ ہوسکی۔

خلفا کی ایک کثیر تعداد نے آپ کی طرح علمی، دینی و سیاسی و ادبی دنیا میں اور تحریکِ پاکستان کے حوالے سے سیاست میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان خلفا میں بعض تو ایسے بھاری بھر کم ہیں کہ ان کے حالات وخدمات کا جائزہ لیا جائے تو ضخیم کتابیں تیار ہو جائیں۔ اُن کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک طرف صوبہ مدارس، صوبہ بنگال اور صوبہ بہار میں آپ کے خلفاء پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں؛ تو دوسری طرف صوبۂ پنجاب، صوبہ سرحد اور بلوچستان اور تیسری طرف صوبہ سندھ اور صوبہ راجستھان میں، صوبہ سی پی (C.P) اور یوپی (U.P) تو گویا آپ کے زیرِ نگیں تھے۔ دائرۂ خلفا کی یہ لحہ گیری شاید معاصرین صوفیہ میں کس کو حاصل نہ ہوسکی۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا برّ صغیر پاک و ہند کے شہروں میں موجود تھے۔ مثلاً عظیم آباد، پٹنہ بہار، اعظم گڑھ، کچھوچھا، پیلی بھیت، بنگلور، مدراس، کلکتہ، جبل پور، آرہ، محمود آباد، میرٹھ، مراد آباد، بجنور، نگینہ باندہ، الور، پرتاب گڑھ، کوٹلی لوہاراں، کراچی، کھروٹہ، سیالکوٹ، لاہور، آگرہ اور بلادِ عرب، افریقہ اور انڈونیشیا وغیرہ میں بھی آپ کے خلفا موجود تھے۔[۱]

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار خلفا تھے جو پاک وہند اور حرمین شریفین میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنی کتاب "حیاتِ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ" میں لکھا ہے کہ "ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بکثرت خلفا تھے جن کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔"[۲]

**اسمائے گرامی خلفا**

* مولانا حامد رضا خان (التوفّٰی ۱۷، جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)
* مولانا مصطفٰی رضا خان (التوفّٰی ۱۴ر محرم ۱۴۰۲ھ / ۱۳نومبر ۱۹۸۱ء)
* مولانا محمد ظفر الدین بہاری (التوفّٰی ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء)
* مولانا سیّد دیدار علی شاہ الوریٰ (التوفّٰی ۱۳۵۴ھ / ۱۹۳۵ء)
* مولانا امجد علی اعظمی (التوفّٰی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)
* مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (التوفّٰی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)
* مولانا شاہ احمد مختار صدیقی میرٹھی (التوفّٰی ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء)
* مولانا شاہ سیّد احمد اشرف جیلانی (س،ن)
* مولانا عبد الاحد قادری پیلی بھیت (التوفّٰی ۱۳۴۸ھ / ۱۹۲۹ء)
* مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی (التوفّٰی ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء)
* مولانا محمد رحیم بخش آروی شاہ آبادی (التوفّٰی ۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۵ء)
* مولانا لعل محمد خاں مدراسی (التوفّٰی ۱۳۳۹ھ / ۲۱جولائی ۱۹۲۱ء)
* مولانا عمر بن ابو بکر کہتری (شہر پور بندر) (س.م.ن)
* مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی (التوفّٰی ۱۴۰۱ھ / ۱۲اکتوبر ۱۹۸۱ء)
* مولانا محمد شفیع بیسل پوری (التوفّٰی ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ)

* مولانا محمد حسنین رضا خان (المتوفّٰی ۱۴۰۱ھ / ۱۴ دسمبر ۱۹۸۱ء)
* مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں (المتوفّٰی ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء)
* مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں (المتوفّٰی ۱۳۸۱ھ / ۲/ اگست ۱۹۶۱ء)
* مولانا مفتی غلام جان ہزاروی (المتوفّٰی ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء)
* مولانا احمد حسین امروہوی (المتوفّٰی ۱۳۶۱ھ / ۱۱/ اگست ۱۹۵۹ء)
* مولانا اسلام صدیقی جبل پوری (م ۱۳۷۲ھ / ۳ فروری ۱۹۵۳ء)
* مولانا برہان الحق محمد عبد الباقی جبل پوری (م ۱۴۰۵ھ / ۹۸۵ء)
* سیّد فتح علی شاہ (المتوفّٰی ۱۳۷۷ھ / ۱۸ جنوری ۱۹۵۸ء)
* مولانا ابو البرکات سید احمد قادری (المتوفّٰی ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)
* مولانا عمر الدین ہزاروی (المتوفّٰی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)
* مولانا محمد حبیب اللہ قادری میرٹھی (المتوفّٰی ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء)
* مولانا سیّد مومن علی مومن جنیدی (المتوفّٰی ۱۹۸۴ء)
* پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری (المتوفّٰی ۱۳۸۵ / ۱۹۳۹ء)
* قاری محمد بشیر الدین جبل پوری (المتوفّٰی ۱۳۲۶ھ)
* مولانا عبد السلام باندوی (المتوفّٰی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۲۳ء)
* مولانا سیّد نور الحسن (المتوفّٰی ۱۳۹۴ھ / ۱۹۴۳ء)
* مولانا حکیم غلام احمد شوق فریدی (المتوفّٰی ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء)
* مولانا محمد حبیب الرحمٰن پیلی بھیتی (المتوفّٰی ۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۳ء)
* قاضی عبد الوحید عظیم آبادی (المتوفّٰی ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)
* مولانا احمد بخش صادق (المتوفّٰی ۱۳۶۴ھ / ۱۳ جون ۱۹۴۵ء)
* مولانا جمیل الرحمٰن قادری بریلوی (س۔م۔ن)
* مولانا سیّد محمد حسین بریلوی (س۔م۔ن)
* مولانا حامد علی فاروقی (المتوفّٰی ۱۳۸۸ھ)
* مولانا رحم الٰہی منگلوری (المتوفّٰی ۱۳۶۳ھ)
* مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی (المتوفّٰی ۱۳۶۴ھ)
* مولانا عبد الحق پیلی بھیتی (المتوفّٰی ۱۳۶۱ھ)
* مولانا عبد الحی پیلی بھیتی (المتوفّٰی جون ۱۹۴۰ء)
* مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی (المتوفّٰی ۱۳۶۲ھ)
* مولانا عبد العزیز بجنوری (المتوفّٰی ۱۳۴۹ھ)
* مولانا سیّد عبد الرشید مظفر پوری
* سید غلام جان جام جودھپوری
* مولانا محمد اسمٰعیل فخری (المتوفّٰی ۱۳۷۱ھ)
* سیّد محمد محدث کچھوچھوی (المتوفّٰی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء)
* مولانا مشتاق احمد کانپوری (المتوفّٰی ۱۳۶۰ھ / ۱۹۴۱ء)
* مولانا نثار احمد کانپوری (المتوفّٰی اپریل ۱۹۳۱ء)
* مولانا یقین الدین بریلوی (المتوفّٰی ۱۳۷۰ء)
* مولانا ہدایت رسول قادری لکھنوی (المتوفّٰی ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۰ء) ۳

خلفا کے ضمن میں ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنی کتاب "حیات مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ "میں جو فہرست تحریر کیے ہیں وہ ۱۹۸۱ء کے عرصے تک محیط ہے۔ ۴ تذکرۂ خلفاءِ اعلیٰحضرت مرتبہ میاں محمد صادق قصوری اور پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری میں خلفا کے بہت سے نام سامنے آئے ہیں۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری لکھتے ہیں: "لیکن ان کے حالات میسر نہ ہوسکے۔ تحقیق جاری ہے۔" ۵

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا نے تحریکِ پاکستان میں جو کارنامے انجام دیے اُن کا آغاز خود اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ جس کا ذکر ہم گزشتہ سطور میں کر آئے ہیں۔ اب ہم ذیل میں مولانا امام احمد رضا خاں کے ان خلفا کا ذکر کررہے ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔

## مولانا محمد ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ

آپ کا تاریخی نام محمد ظفر الدین غلام حیدر تھا۔ والدماجد کا نام عبد الرزاق تھا۔ مولانا موصوف ۱۴ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ، ۱۸۸۵ء میں ضلع عظیم آباد پٹنہ (صوبہ بہار) میں پیدا ہوئے۔ ۶ ابتدائی کتب والدِ ماجد سے پڑھیں۔ دس برس کی عمر میں اپنی نانھیال موضع بین کے مدرسہ غوثیہ حنفیہ میں داخل ہو کر مولانا معین الدین اشرف، مولانا بدر الدین اشرف اور مولانا معین الدین ازہر سے درسیات کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ ۷ قاضی عبد الوحید رئیس پٹنہ کے قائم کردہ مدرسہ حنفیہ میں مولانا شاہ وصی الدین محدث سورتی سے ۱۳۲۰ھ میں استفادۂ علمی کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری سے معقول کی تعلیم حاصل کی۔ درسِ حدیث پیلی بھیت میں محدث سورتی سے حاصل کیا۔ یہاں سے بریلی پہنچے یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مولانا ظفر الدین کی کوششوں سے ہی ۱۹۰۵ھ میں مدرسہ منظر

اسلام بریلی قائم ہوا۔ ۸؎ منظر اسلام بریلی کے ابتدائی طالب علم مولانا ظفر الدین اور مولانا عبدالرشید عظیم آبادی تھے۔ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور مسلم شریف از اوّل تا آخر پڑھیں۔ اس کے علاوہ تشریح الافلاک، شرح چغمینی (مکمل)، علم توقیت، جفر و تکسیر کا علم حاصل کیا اور شعبان المعظم ۱۳۲۵ھ میں کثیر علماء کی موجودگی میں دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت سے ممتاز ہوئے۔ ۹؎

مولانا ظفر الدین نے تدریسی خدمات کی ابتدا مدرسۂ منظرِ اسلام بریلی سے ہی کی۔ ۱۳۲۹ سنہ ھ تک وہیں مدرس رہے۔ بعد ازاں مولانا حکیم عبدالوہاب الٰہ آبادی کے مدرسۂ حنفیہ آرہ، ضلع آرہ (صوبۂ بہار) میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر آپ نے لاہور میں مدرسۂ نعمانیہ میں کچھ عرصہ تدریس کے فرائض سر انجام دیے۔ اس کے بعد ۱۹۱۳ سنہ ھ میں پٹنہ (صوبۂ بہار) میں جامع شمس الہدیٰ قائم ہوا تو آپ کا تقرر بحیثیت مدرس ہوا اس کے بعد مدرسِ فقہ و تفسیر ہوئے۔ ۱۹۱۶ سنہ ء میں سہسرام میں خانقاہِ کبیریہ کے سجادہ نشین حضرت مصلح الدین کے مدرسے میں اوّل مدرس کی حیثیت سے تدریس میں مشغول ہوئے۔ ۱۹۲۱ سنہ ء میں جامعہ شمس الہدیٰ گورنمنٹ کے زیرِ اہتمام آیا تو آپ کو سینئر مدرس کا عہدہ دے کہ واپس بلا لیا گیا۔ ۱۹۴۶ سنہ ء میں جامعہ میں پرنسپل کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے اور ۱۹۵۰ سنہ ء میں اس منصب سے سبک دوش ہوئے۔ ۱۰؎ ۱۹۵۰ سنہ ء سے ۱۹۵۳ سنہ ء تک ظفر منزل شاہ گنج پٹنہ میں مقیم رہے۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۳۷۱ سنہ ھ کو حضرت سیّد شاہ شاہد حسن کی استدعا پر کیٹھار میں جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کا افتتاح فرمایا اور بحیثیت صدر مدرس ۱۹۶۰ سنہ ء تک تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۱۱؎

**سیاسی خدمات**

مولانا ظفر الدین نے تحریکِ پاکستان کے حوالے سے سیاست میں ایک اہم قردار ادا کیا۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلی مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کے دیگر خلفاء و تلامذہ کی طرح فاضلِ بہار مولانا ظفر الدین نے بھی تحریکِ آزادیِ ہند اور دیگر تحریکات (جنہوں نے تحریکِ آزادی کی راہ ہموار کی) میں بھرپور حصّہ لیا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۱۹۴۶ سنہ ء میں شریک ہوئے اور ان میں سے نصابِ تعلیم بنانے والی کمیٹی، عائلی قوانین مرتب کرنے والی کمیٹی، آل انڈیا سنی کانفرنس کے لیے آئین ساز کمیٹی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تحریکِ خلافت کے زمانے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور ان کے صاحب زاد گان و خلفا نے مخالفت کے سیلاب سے کس بلند ہمتی سے مقابلہ کیا اور مسلمانوں کو اس راہ پر چلایا جو پاکستان کی منزل تک پہنچی تھی۔ ۱۲؎ علاوہ ازیں آپ نے دیگر تحریکات میں بھی خدمات انجام دیں۔ ۲۴، ۲۳، ۲۲، شعبان المعظم ۱۳۳۹ سنہ ھ ۱۹۲۰ سنہ ء کو اہلِ سنّت وجماعت کی تنظیم "انصار الاسلام" (بانی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ) کی طرف سے بریلی میں شاندار اجلاس ہوئے۔ (جن مقاصد کے تحت تنظیم "انصار الاسلام" قائم کی گئی تھی ان میں سب سے پہلے حفاظتِ مقاماتِ مقدسہ و حمایتِ سلطنت اسلامیہ ترکوں کی ہمدردی میں جائز و مفید کوشش کرنا اور ناجائز و نامفید راہوں سے مسلمانوں کو بچانا۔ دوسرا مقصد یہ تھا کے اسلام اور مسلمین کو بیرونی دشمنان دین کے حملوں سے بچانے کی حتی الوسع جائز تدابیر کرنا اور بالخصوص دشمنانِ اندرونی کے حملوں سے بچانا تھا۔ تیسرا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ان کے اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، اقتصادی مفاد کی طرف رہنمائی کرنا اور ان میں حقیقی و خالص پابندی احکام شرعی کی راہ بنانا مشکل تھا۔ اس اجلاس میں مولانا محمد ظفر الدین قادری بہاری نے ترکوں کی مدد اماکن مقدسہ کی حفاظت اور ترکِ موالات کے موضع پر بڑی مدلل تقریر فرمائی۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل حضرات نے بھی اجلاس میں خطاب فرمایا۔ ۱۳؎

* مولانا سیّد شاہ محمد میاں قادری برکاتی
* مولانا محمد سیّد نعیم الدین مرادآبادی
* پروفیسر سیّد سلیمان اشرف بہاری
* مولانا سیّد دیدار علی شاہ الوری

مخالفین کی طرف سے ان جلسوں کو درہم برہم کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ اس جذباتی دور میں معقولیت اور شریعت کی بات سُننے کے لیے بہت کم لوگ تیار تھے۔ کیونکہ سوءِ اتفاق کہ مخالفین کے رہبر بھی علما ہی تھے۔ فرق یہ تھا کہ وہ کفر و مشرکین کے ساتھ تھے اور یہ علیحدہ اور یہی بڑا فرق تھا جو اس وقت محسوس نہیں کیا گیا لیکن آج کا پاکستانی مؤرخ اس کو ضرور محسوس کرے گا۔

اس طرح ۱۹۲۰ء کو بریلی شریف میں جو تنظیم انصار الاسلام کی طرف سے شاندار اجلاس ہوا۔ اس جلسے میں قرار دادیں بھی منظور کی گئیں اس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

٭ علمائے اہلِ سنّت اور مسلمانانِ بریلی کا یہ عظیم الشان جلسہ گورنمنٹ برطانیہ سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنا اور تمام اتحادیوں کا اثر جزیرۃ العرب سے اُٹھا کر مسلمانوں کو مذہبی دست اندازی کی تکلیف سے باز رکھے۔

٭ یہ جلسہ گورنمنٹ سے زبردست مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مظلومین سمرنا وغیرہ کی مالی اعانت وار سال زر کے قابلِ اطمینان ذرائع ہمارے لئے بہم پہنچائے۔

٭ یہ جلسہ ترک و عرب میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ایک وفد بھیجنا تجویز کرتا ہے اور گورنمنٹ سے پُرزور مطالبہ کرتا ہے کہ عرب میں ہمارے وفود کی ذمّہ داری پوکرے۔

٭ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ان مطالبات کے لیے گورنمنٹ کے پاس وفد بھیجا جائے۔

٭ یہ جلسہ مسلمانوں کو پورے زور کے ساتھ ترغیب دیتا ہے کہ اپنے تمام مقدمات کو آپس میں طے کرنے کے مجاز بنیں۔ مطابق شرع شریف فیصلہ کریں اور کچہریوں کی مقدمہ بازی سے بچیں۔

٭ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ گورنمنٹ قانون ایسا بنائے جس سے کسی اسلامی مسئلے کو نقصان پہنچے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو، اس کی ضرور ترمیم پہنچائے اور اس کے لیے جائز کوشش انتہا تک پہنچائی جائیں۔

٭ یہ جلسہ اپنے اُن مسلمان بھائیوں کو خاص اپنی تجارت بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے اور اس کے ذرائع کی توسیع اور حتی الا مکان ان صورتوں کے بہم پہنچانے پر توجہ دلاتا ہے جو مسلمان کبھی کسی غیر مسلم تجارت کے محتاج نہ رہے۔

٭ یہ جلسہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اسلامی بینک کھولنے پر توجہ دلاتا ہے تاکہ مسلمان غیر مسلموں کے دست بروسے بچیں۔

٭ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ تجارت سے ایک اسلامی خزانہ قائم کرنے کی تحریک کی جائے جس میں ماہ بماہ سال بہ سال کچھ رقم جمع ہوتی رہے کہ وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی تجارت کی توسع کی ضرورتوں اور نیز اعانت سلطنت اسلام وضروریات اسلام میں کام آئے۔

٭ یہ جلسہ مسلمانوں کو علم دین ومذہب اہلِ سنّت وجماعت کے مطابق عقائدِ علماءِ حرمین شریفین کی اشاعت پر نہایت تاکید سے توجہ دلاتا ہے۔

٭ یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ جو غلط طریقے، ناجائز راستے اختیار کیے گئے ہیں ان کی شناعت پر مسلمانوں کو تحریراً تقریراً مطلع کرے۔ ۱۴؎

آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد مارچ ۱۹۴۶ء کی تیاری کے لیے بنارس میں سنی کانفرنس کے متعدد اجلاس ہوئے۔ ایک جلسہ نومبر ۱۹۴۵ء کو جناب الحاج جلال الدین ساکن مدن پور کے مکان پر ہوا، جس میں مولانا سیّد محمد محدث کچھوچھوی، مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی، مولانا سیّد محمد نعمت اللہ مرید سجادہ نشین خانقاہ فریدی پھلواری، حضرت مولانا محمد ظفرالدین رضوی اور مولانا حافظ عبدالعزیز صدر مدرس مدرسہ اشرفیہ نے خاص طور پر شرکت فرمائی جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ ۱۵؎

**وفات**

جامعہ شمس الہدیٰ کے پرنسپل ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں پرنسپل کے عہدے سے سبک دوش ہوئے۔ آپ کچھ عرصے شاہ گنج پٹنہ مقیم رہے۔ علالت کی وجہ سے ظفر منزل پٹنہ آ گئے۔ ۱۹ جمادی الاُخری ۱۳۸۲ھ بمطابق ۱۸ نومبر ۱۹۶۲ء کو اس جہانِ فانی سے رُخصت ہوئے۔ ۱۶؎

## مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمتہ

مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء میں قصبہ گھوسی محلہ کریم الدین ضلع اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے۔ ۱۷؎ آپ کے والد اور جدِّ امجد فنِّ طب اور علم و فضل میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ ابتدائی کتب جدِّ امجد سے پڑھیں پھر اپنے عہد کے مصروف صاحب علم المنطق والفلسفہ مولانا ہدایت اللہ خان رام پوری ثم جونپوری ۱۸؎ (۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء) سے اکتسابِ فیض کے لیے مدرسۂ حنفیہ جونپوری میں داخل ہوئے۔ اپنے عہد کے عظیم محدث اور فقیہ مولانا شاہ وصی احمد المعروف محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدرستہ الحدیث (پیلی بھیت) یوپی انڈیا حاضر ہوئے اور ان سے درسِ حدیث لیا اور سند حاصل کی۔ پھر ۱۳۲۳ھ میں حکیم عبدالولی جھوائی ٹولہ، لکھنؤ سے علم طب حاصل کیا۔ ۱۹؎

اس دوران اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدرسۂ منظرِ اسلام بریلی کے لیے ایک مدرس کی شدید

ضرورت پیش آئی اور آپ نے حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کو خط لکھا جس پر انہوں نے مولانا امجد علی کو تجویز کیا۔ اس وقت مولانا امجد علی اعظمی پٹنہ (صوبہ بہار) میں مطب کر رہے تھے، مطب چھوڑ کر بریلی شریف چلے گئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی نے ان کے ذمّے تدریس اور مطبع اہلِ سنّت بریلی کے انتظام کے علاوہ جماعت رضائے مصطفی بریلی کے شعبۂ علمیہ کی صدارت بھی آپ ہی کے سپرد کر دی۔ نیز افتاء کی مصروفیات اس کے علاوہ تھیں۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، فتاویٰ کے سلسلے میں آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔ ایک دفعہ اِرشاد فرمایا: ''آپ کے یہاں موجود دین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ استفتاء سُنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں۔ طبیعت اخاذ ہے اور طرز سے واقفیت ہو چکی ہے۔'' ۲۰

## علمی و تدریسی خدمات

بریلی (انڈیا) میں قیام کے دوران حضرت مولانا امجد علی کی مصروفیات حیرت انگیز حد تک بڑھی ہوئی تھیں۔ ایک ذمّے داری پریس کی نگرانی، تدریس اور فتویٰ نویسی وغیرہ کی تھی کہ آپ پر تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کہا کرتے تھے کہ ''مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں۔'' ۲۱ حضرت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فقید المثال ترجمۂ قرآن مجید مسمّٰی باسم تاریخی ''کنز الایمان فی ترجمہ القرآن (۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء) آپ ہی کی مساعیِ جمیلہ سے شروع ہوا اور پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''اجمیر کے زمانۂ قیام میں نو مسلم راجپوتوں میں مولانا امجد علی نے خوب تبلیغ کی اور اس کے بہت مفید نتائج برآمد ہوئے۔'' ۲۲

## مولانا امجد علی کی سیاسی زندگی

حضرت مولانا امجد علی اگرچہ تدریسی آدمی تھے، لیکن بوقت ضرورت انہوں نے سیاسی طور پر ملتِ اسلامیہ کی صحیح ترجمانی فرمائی۔ چونکہ آپ کے مرشدِ طریقت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دو قومی نظریہ کے عظیم مبلغ تھے۔ اس نظریہ کی بنا پر پاکستان معرض وجود میں آیا۔ آپ نے ان کی موافقت میں اس نظریہ کی تبلیغ پورے شد و مد سے کی۔ اپریل ۱۹۴۶ء میں سنی کانفرنس کے بنارس میں منعقد ہونے والے فقید المثال اجلاس (جس میں علما و مشائخ پانچ ہزار کی تعداد میں شریک ہوئے تھے۔) اس کانفرنس کو قیامِ پاکستان کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے اس اجلاس میں اسلامی حکومت کے لیے لائحہ عمل مرتب کرنے کے لیے جلیل القدر علماو مشائخ کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی، جس کے ممتاز اراکین میں حضرت مولانا امجد علی اعظمی بھی شامل تھے۔ ۱۹۳۹ء کو مراد آباد میں حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں اجلاس ہوا اور ایک جماعت ''مؤتمر العلماء'' قائم کی گئی، جس کا مقصد مسلمانوں میں پیدا ہونے والے مفاسد کی اصلاح اور خارجی حملوں کا دفاع تھا۔ اس اجلاس میں حضرت امجد علی اعظمی نمایاں طور پر شریک ہوئے۔ یہی جماعت بعد میں ''آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۲۵ء'' کے نام سے مشہور ہوئی۔

## حضرت مولانا محمد امجد علی کے اہم کارنامے

حضرت مولانا امجد علی کے بے شمار علمی و عملی کارنامے ایسے ہیں، جن میں ہر ایک موضوع پر اہلِ قلم مقالات لکھ سکتے ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل سطور میں پیش کیے جا رہے ہیں:

* فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف (بہارِ شریعت)
* فتاوٰی امجدیہ
* زبان عربی میں حاشیہ شرح معانی الآثار
* ترجمۂ کنز الایمان کا املا
* تلامذہ کا اعظم سلسلہ
* مطبع اہلِ سنّت
* اولادِ امجاد کا عالم ہونا
* بیس فنون پر مشتمل دار المطالعہ

ذیل میں ان کارناموں کی مختصر تفصیلات ملاحظہ ہوں:

## ا۔ فقہ حنفی کا دائرۃ المعارف

فقہِ حنفی کا دائرۃ المعارف یعنی بہارِ شریعت حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی شاہکار اور آپ کی حیاتِ طیبہ کا نایاب و نادر نمونہ ہے، جو رہتی دنیا تک حضرت مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ کو زندہ رکھے گا اور سارا عالم

اس فقیہِ اعظم کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہو گیا۔ یہ کتاب سترہ حصّوں پر مشتمل ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر مجدد اعظم مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تک کے جملہ فتاویٰ اور تمام فقہی سرمایہ کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ فقہ حنفی کا ناپید اکنار سمندر صرف بہار شریعت کے سترہ حصّوں میں موجود ہے جو مقبول خاص و عام ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت اور اس کے محاسن کیا ہیں یہاں کے قابلِ احترام علما جانتے ہیں۔

**۲۔ الفتاویٰ الامجدیہ**

فقیہ اعظم مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ جب تک باحیات رہے۔ سوال و جواب کا سلسلہ اور استفتا و فتویٰ نویسی ان کا اہم ترین مشغلہ رہا۔ چنانچہ جو سوال و جواب اور فتاویٰ نقل کر دیے جاتے تھے۔ آج وہ فتاویٰ امجدیہ کے نام سے سترہ سو صفحات پر مشتمل دو ضخیم جلدوں میں موجود ہیں۔ اس مجموعے میں بڑے بڑے علمائے کرام سائل کی حیثیت سے نظر آتے ہیں جس سے فتاویٰ اور صاحب فتاویٰ کی عظمت و اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

**۳۔ حاشیہ شرح معانی الآثار**

کتبِ حدیث کی ایک اہم اور مستند کتاب شرح معانی الآثار ہے، جو امام طحاوی حنفی کی مایہ ناز علمی و تحقیقی تصنیف ہے۔ فقیہ اعظم ہند حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ نے زبان عربی میں اس کا حاشیہ نہایت جامع اور مستند تحریر فرمایا ہے اور احادیث کی تخریج فرماتے ہوئے دو حدیثوں میں تطبیق، ناسخ و منسوخ اور حوالہ جات کی تشریح نہایت واضح اور دلکش عبارت میں کی ہے۔

**۴۔ ترجمۂ کنز الایمان**

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ سرزمین ہند میں قرآن مجید کے اگرچہ متعدّد ترجمے ہوئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے بھی کئی ترجمے ہو چکے تھے۔ ضرورت تھی کہ قرآن مجید کا ایک صحیح ترجمہ لکھا جائے یہ کارنامہ حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ہے کہ اُنہوں نے مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید کا ترجمہ کنز الایمان کرالیا۔

**وفات**

حضرت مولانا امجد علی رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف کے قیام کے دوران میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادے سے بمبئی پہنچے تھے کہ ۲ ذیقعدہ، ۶ ستمبر ۱۳۶۷ھ بمطابق ۱۹۴۸ء رات گیارہ بجے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گئے۔

## حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اگرچہ قیامِ پاکستان سے قبل یعنی ۱۹۴۳ء میں آپ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن پاکستان کے سیاسی و دینی محرکات و عوامل میں آپ نے بھرپور کردار کا مظاہرہ کیا۔ آپ علامہ اقبال کے خطبۂ الٰہ آباد کے مؤید اور حامی تھے۔ ۲۳؎ آپ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ مولانا حجۃ الاسلام کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور جملہ علوم و فنون یعنی درسیات کی تکمیل بھی اپنے والد حضرت امام شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔

آپ نے برس ہا برس دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درسِ حدیث و تفسیر دیا، پھر بعد میں دارالعلوم منظر اسلام کے مہتمم بھی ہوئے۔ فقہی مسائل اور فتویٰ تحریر کرنے میں بھی آپ کو بہت ملکہ حاصل تھا۔ حضرت مولانا شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک بلند پایہ خطیب، ادیب اور عالم فاضل تھے۔ اس وقت مسلمانوں نے حرمین شریفین کی حفاظت کے لیے ایک بڑا اجتماع لکھنؤ میں کیا۔ اس میں بریلی سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا علما پر مشتمل بہت بڑا وفد زیرِ قیادت مولانا شاہ حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ پہنچا۔ مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھنؤ میں اپنے مریدین و معتقدین کے ہمراہ حضرت مولانا موصوف کے استقبال کا اہتمام کیا۔ جب مولانا موصوف ٹرین سے اُتر رہے تھے تو مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ نے مصافحہ کی کوشش کی مگر آپ نے ہاتھ روک لیا اور مصافحہ نہ کیا، بلکہ فرمایا"؛ مصافحہ ہو گا، مگر پہلے وہ مسئلہ شرعی طریقے سے طے کیا جانا چاہیے جس کی وجہ سے آپ کی اور ہماری علیحدگی ہوئی ہے۔ مسئلہ طے ہونے تک آپ کے ہاں قیام نہ کروں گا۔ میرے ایک دوست یہاں پر ہیں، ان کے ہاں میرا قیام ہو گا۔"

اس واقعے کا پس منظر یہ تھا کہ تحریکِ خلافت اور خلافت تحریک ترکِ موالات کے دور میں مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ ہندو لیڈر گاندھی سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اس دورے میں آپ نے بھی ایک تقریر

کی جس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی فرمایا کہ ": مسلمانوں کا مقدس فرض ہے کہ وہ قربانی گاؤ سے احتراز کریں نہ صرف اس وجہ سے کہ کروڑوں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے۔" امام موصوف کی رائے میں مولانا عبد الباری علیہ الرحمۃ کا یہ استدلال کہ قربانی گاؤ نہ کرنا قرآن کریم کا واجب العمل فرمان ہے، مناسب نہیں۔ مولانا باری فرنگی سے کچھ اور ایسے کلمات و حرکات صادر ہوئے جو ایک مسلمان کی شان کے خلاف تھے۔ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ نے انہیں توجہ دلائی کہ آپ ان کلمات سے توبہ کریں۔ کیونکہ قرآن میں بالصراحت موجود ہے کہ گاؤ کی قربانی جائز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً" ترجمہ" :اور جب کہا موسیٰ نے واسطے قوم اپنی کے کہ تحقیق اللہ حکم کرتا ہے تم کو یہ کہ ذبح کرو ایک گائے۔" ۲۴ مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ اور مولانا عبد الباری فرنگی محلی علیہ الرحمۃ کے درمیان مراسلت جاری رہی، مگر معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اس بنا پر علماءِ اہلِ سنّت ان سے خوش نہ تھے۔

مولانا عبد الباری کی ناگواری دیکھ کر حضرت مولانا سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی اور مولانا عبد القدیر بدایونی ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مولانا! آپ کو ناراض نہ ہوں، اس میں ناراضی کی کوئی بات نہیں۔ چونکہ شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا شرعی فتویٰ آپ کے خلاف موجود ہے۔ آپ نے ان کے انتباہ کے باوجود اپنی غیر شرعی حرکات سے رجوع نہیں کیا۔ اس لیے حضرت مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے اس شرعی ذمّے داری کی بنا پر محض دین کی خاطر ایسا کیا ہے۔ اگر انہیں دنیا رکھنی منظور ہوتی تو لکھنؤ میں آپ کی وجاہت اور آپ کے ساتھیوں کی کثرت کو دیکھ کر ضرور آپ سے مصافحہ فرمالیتے مگر انہوں نے اس کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی، بلکہ شرعی فتویٰ کا احترام کیا اور حکم شرعی پر اعلانیہ عمل کر کے دکھایا۔

**سیاسی و ملی خدمات**

مقتدر عالم کی حیثیت سے حجۃ الاسلام نے برّصغیر میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی، معاشرتی، معاشی اور عمرانی حقوق کے تحفظ کی خاطر اُٹھنے والی ہر تحاریک میں نمایاں حصّہ لیا؛ جب جمعیت علماءِ ہند نے کانگریس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت و تبلیغ کے لیے بریلی میں مارچ ۱۹۲۱ء میں ایک جلسے کا اہتمام کیا اور تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے مخالفین امام شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ اور اُن کے ہم نوا علماء کو مناظرہ کی دعوت دی۔ ابو الکلام آزاد جمعیت علماء ہند کے جلسہ کے روحِ رواں تھے۔ علماءِ اہلِ سنّت کے وفد نے اپنا موقف واضح کیا اور دو قومی نظریہ کی وضاحت کی۔ کانگریس مسلمانوں کے مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے غلبہ و تسلّط اور سوراج یعنی ہندو راج کے لیے کوشاں تھی۔ اُس وفد میں مولانا موصوف شامل تھے۔ اُنہوں نے اس جلسہ میں تقریر کی اس کا ایک حصّہ ملاحظہ فرمائیں: "حرمین شریفین و مقامات مقدسہ وممالکِ اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت وطاقت فرض ہے اس میں ہم نہ خلاف ہیں نہ تھے۔ اس طرح سلطانِ اسلام و جماعت اسلامی کی خیر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہ ہے نہ تھا۔ تمام کفار ومشرکین و نصاریٰ ویہودی و مرتدین وغیر ہم سے ترکِ موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں۔ ہمیں خلاف آپ حضرات کی ان خلاف شروع و خلاف اسلام حرکات سے ہے جن میں سے کچھ مولوی سیّد سلیمان اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام اتمام حجت نامہ آپ کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ان کے جواب دیجیے جب تک آپ ان تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کر دیں گے ہم آپ سے علیٰحدہ ہیں۔" ۲۵

تحریکِ ترکِ موالات ۱۹۲۰ء میں کانگریس کے ہمنوا مسلمان لیڈروں نے مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی؛ یہ اقدام مسلمانوں کی ملی تباہی تھا۔ مولانا موصوف نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں کے علاوہ خلافتی لیڈروں کی عدم بصیرت کو بڑے سوز سے محسوس کیا۔ مولانا موصوف کے احساسات اور سوچنے کا انداز یہ تھا کہ: "انگریزوں سے مقابلے کا تو نام، مگر مخالفت علماء سے تھی، مسلمانوں کے کالجوں اور اسکولوں سے تھی، علی گڑھ یونیورسٹی سے تھی۔" ۲۶ مندرجہ بالا تقریر مولانا موصوف نے آل انڈیا سنی کانفرنس مرادآباد میں خطبۂ صدارت کے طور پر کی۔

تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے ہیجانی دور میں بعض مسلمان لیڈروں نے ہندوؤں کو راضی کرنے کے لیے ذبیحہ گاؤ

کے خلاف مُہم چلائی اور ترکوں کی اعانت کے نام سے جو چندہ وصول کیا گیا اس کا بے دریغ استعمال کیا گیا، بعض مصارف ایسے بھی تھے۔ جو بجائے اتحاد کے مسلمانوں میں انتشار کا باعث بنے۔ اس صورتِ حال کے خلاف مولانا حضرت شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آواز اُٹھائی اور آل انڈیا سنی کانفرنس میں اپنے خطبۂ صدارت میں اِرشاد فرمایا: "خلافت کمیٹی کے عروج و اقبال کے زمانے میں جب اتحاد کو اتنا ضروری سمجھا گیا کہ اس کے حدود وسیع کرنے کے لیے مذہب کی شہر پناہ کو منہدم کرنا ناگزیر خیال کیا گیا اور اس اتحاد کے لیے ہندوؤں کی طرف سے اس طرح ہاتھ بڑھایا گیا جس سے اپنے مذہبی امتیازات چھوڑنا پڑا۔" سورت کے ایک پیر نے اپنے مریدوں سے ساٹھ ہزار گائیں چھین کر کھشا کی تھی۔ نامور لیڈروں نے قشقے لگائے، گلال اوڑائے، ہولیاں کھیلیں، ہنود کے سرغنہ کو مسجدوں میں ممبروں پر بٹھایا، گائے کے گوشت کے خلاف کتابیں لکھیں، رسالے تصنیف کیے، ناکردہ گناہ پر مسلمانوں کو ہندوؤں کی خاطر مجرم قرار دیا، مولویوں پر اظہار نفرت کیا گیا، کلمہ اسلام پڑھانے کو جُرم قرار دیا۔ مسلمانوں کو ان کی مرضی کے خلاف دوبارہ کافر ہو جانے پر زور دیا یہ سب کچھ اور اس سے زیادہ بہت کچھ ہو رہا ہے اور ہوا ہے۔۲۷

مولانا موصوف نے برّصغیر کے مسلمانوں کی معاشرتی ناگفتہ بہ حالت کو بہتر بنانے کے لیے ۱۹۲۵ء میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" مراد آباد میں اپنے خطبے میں مسلمانوں کی معاشی، تعلیمی، تجارتی اور ملازمت کی حوصلہ شکنی کر کے صنعتی اور تعلیم و تجارت پر زور دیا ہے۔ اپنے خطبہ میں ملازمت کا حال یوں بیان کرتے ہیں: "ہمارا ذریعۂ معاش صرف نوکری اور غلامی ہے اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمانوں کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہی گورنمنٹ ملازمتیں ان کا حصول طویل عمل ہے۔ اگر رات دن کی تگ و دو اور ان تھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی تو کئی اُمیدواروں میں نام درج ہونے کی نوبت آتی ہے۔ برسوں بعد جگہ ملنے کی اُمید پر روزانہ خدمت مفت انجام دیا کرو۔ اگر بہت بلند ہمت ہوئے اور قرض پر بسر اوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی تو اس وقت تک قرض کا اتنا انبار ہو جاتا ہے جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔ پھر ہندوؤں کے اکثریت کی باعث آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں۔ ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کے ہماری سرکاری نوکری میں منحصر ہے ہمیں ہزاروں پیشے سیکھنا چاہیے۔ نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی۔ دست کاری، پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔۲۸ مولانا موصوف کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو کبھی سرکاری نوکری ملے۔ موصوف نے ۱۹۳۵ء میں یہ خیال پیش کیا، لیکن آج بھی ہندوستان میں مسلمانوں (محمڈن) کو سرکاری نوکری حاصل کرنے میں وہی دشواری ہے جو پہلے تھی۔ ہندوستانی مسلمان زیادہ تر نوکری کے سلسلے میں عرب جا رہے تھے۔ دور حاضر میں بھی مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں سرکاری نوکری حاصل کرنا آسان نہیں۔ یوپی(U.P)، صوبۂ بہار اور دوسرے چھوٹے شہروں میں مسلمان زیادہ تر ملک سے باہر جا کر نوکری کر رہے ہیں؛ لیکن ۱۹۹۷ء،۱۹۹۸ء سے اس پر بھی پابندی ہے کہ باہر کی نوکری کے لیے ویزا چار ہندو اور ایک مسلمان کو دیا جائے گا۔

شعبان ۱۳۴۳ھ مارچ بمطابق ۱۹۲۵ء میں مسلمانوں کی مذہبی، علمی و سیاسی ترقی کے لیے مقتدر علمانے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ کانفرنس کے پہلے تاسیسی اجلاس منعقدہ ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۲۳ھ بمطابق ۱۶ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۵ء مراد آباد میں حضرت حجۃ الاسلام کا بحیثیت صدر مجلس استقبال فرمایا۔ وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشانِ راہ ہے۔ ۱۹۲۷ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے صدر کی حیثیت سے مولانا موصوف منتخب ہوئے۔۲۹ مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی حفاظت و تبلیغ کی وہ خدمت انجام دی ہیں۔ جنھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

برّصغیر میں شدھی تحریک نے بڑا فتنہ برپا کیا تھا اور مسلمانوں کو اس کے مذہب سے پھرنے کی بڑی بڑی اسکیمیں بنائی تھیں جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اب تک تو شدھی کی کوششیں راجپوتانہ ہی میں تھیں، لیکن اب انہوں نے اپنا میدانِ عمل وسیع کر دیا ہے اور تمام ہندوستان میں جہاں موقع ملتا ہے ہاتھ مارتے ہیں۔ قوموں کی قومیں ان کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی انجمنیں ہر جگہ نہیں ہیں۔ اور جو ہیں ان میں رابطہ نہیں۔ جس سر زمین کو خالی دیکھا وہاں آریہ دوڑ پڑے جب تک علمائے اسلام کو کسی جگہ سے بلاتے تب

تک کتنے غریب شکار ہو چکے ہوتے راجپوتانہ میں ہمیں تجربہ ہو چکا ہے کہ آریوں کے زر، زور اور دباؤ وغیرہ کی تمام قوتیں اسلامی فضلا کی دعوت کے مقابل بیکار ہو جاتی ہیں۔" ۳۰

۱۹۳۵ء کے درمیان میں مسجد شہید گنج لاہور کے ظالمانہ انہدام کا سانحہ پیش آیا۔ سکھوں نے انگریز حکومت کی پشت پناہی میں مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہ کو یکایک منہدم کر دیا۔ مسجد کی واگزاری کے لیے اسلامیانِ برّصغیر تڑپ اُٹھے۔ شعارِ اسلام مسجد کی حفاظت وصیانت کے لیے مسلمانوں نے مالی، جانی قربانیاں پیش کیں۔ امیر ملت سیّد جماعت علی شاہ، علی پور سیداں، ضلع سیالکوٹ کی زیرِ قیادت جلسے منعقد ہوئے، جلوس نکلے، حکام تک اپنے مطالبات پہنچائے گئے، تنظیمی دورے ہوئے۔ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء کو دو لاکھ مسلمانوں کا ایک پُرامن جلوس شاہی مسجد، حضوری باغ، لاہور سے باغ بیرون دہلی دروازہ پہنچا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ اس جم غفیر اور نازک موقع پر چھوٹا سا بھی خوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا، شرکاءِ جلوس علماء حضرات اور رہنمایاں قوم جو جلوس کی قیادت کر رہے تھے اس میں سرفہرست حضرت مولانا شاہ حامد رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ ایسا نورانی اور پرشکوہ منظر اہل لاہور و دہلی نے شاید ہی کبھی دیکھا ہو گا۔ نوجوان اپنی سرمستی سے ہوش میں آکر دل لبھانے والی صورت اور مال و منال کے لالچ دونوں کو نفرت کے ساتھ ٹھوکر مار کر اطاعتِ الٰہی اور دین کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو گئے تھے۔ ۳۱

مولانا موصوف دوسرے فریقوں کے ساتھ اتحاد کی مضرت اور ان نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ہمارے سنّی حضرات کے دل میں جب کبھی اتفاق کی اُمنگیں پیدا ہوئیں تو اُنہیں اپنوں سے پہلے مخالف یاد آئے جو رات دن اسلام کی بیخ کنی کے لیے بے چین ہیں اور سنیوں کی جماعت پر طرح طرح کے حملے کر کے اپنی تعداد بڑھانے کے لیے مجبور ہیں۔ ہمارے برادران کی اس روش نے اتحاد واتفاق کی تحریک کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا۔ کیونکہ اگر وہ فرقے اپنے دلوں میں اتنی گنجائش رکھتے کہ سنیوں سے مل سکیں تو علیٰحدہ فرقہ کیوں بناتے اور مسلمانوں کی مخالفت ایک جماعت کیوں بناتے ہیں۔" ۳۲

افسوس کہ مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ قیامِ پاکستان کے قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، لیکن انہوں نے جو خطوط متعین کیے تھے خلفاءِ اعلیٰ حضرت نے انہی خطوط کو مدِّ نظر رکھا اور کامیابی حاصل کی۔

### تصانیف

حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی متعدّد تصانیف ہیں جن سے آپ کی علمی جلالت کا صحیح پتا چلتا ہے۔ ذیل میں آپ کی قلمی یادگار کی نشاندہی کی جاتی ہے:

* الصارم الربانی اعلیٰ اسراف القادیانی (۱۳۱۵ھ)
* سلامت اللہ لاہل السنتہ من سیل العناد والفتنہ
* سدّالفرار (مسئلہ اذان پر لاجواب کتاب ہے)
* حاشیہ رسالہ ملاجلال (منطق کی مشہور کتاب پر حاشیہ نگاری)
* نعتیہ دیوان
* الاجازات المتینہ لعلماء بکتہ والمدینہ ۳۳
* مجموعہ فتاویٰ ۳۴
* ترجمہ الدولہ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ
* ترجمہ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمبین ۳۵

### آپ کے تلامذہ

پاک وہند میں آپ کے مریدین لاکھوں کی تعداد میں تھے۔ مولانا شاہ حامد رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاوتلامذہ کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ مشاہیر تلامذہ وخلفا کے اسماءِ گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

* حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد، مہتمم جامعہ رضویہ مظہر اسلام، بریلی۔
* مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی، مہتمم جامعہ نظامیہ غوثیہ، وزیر آباد۔
* مولانا محمد ابراہیم رضاخان، مہتمم جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی۔
* حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں، شیخ الجامعہ، جامعہ راشدیہ خیر پور پیر جو گوٹھ (سکھر)۔
* مولانا مفتی محمد اعجاز ولی بریلوی، شیخ الحدیث جامعہ گنج بخش لاہور۔
* مجاہد ملت حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، سابق صدر جمعیت العلماءِ پاکستان۔
* حضرت مولانا محمد حشمت علی خان (پیلی بھت)۔
* فاضلِ جلیل حضرت مولانا مفتی ظفر علی نعمانی، مہتمم دارالعلوم امجدیہ (کراچی) وغیرہ۔

**وفات**

مولانا شاہ حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ ۱۷ جمادی الاوّل ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالتِ نماز میں دورانِ تشہد اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ! نمازِ جنازہ آپ کے خلیفۂ خاص حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ نے مجمع کثیر میں پڑھائی۔۳۶

**حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضاخان نوری بریلوی علیہ الرحمہ**

تحریکِ پاکستان کے حوالے سے امام شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے دیگر تلامذہ و خلفا کی طرح حضرت مولانا مفتی اعظم ہند بریلی کا کردار کچھ کم نہیں۔ آپ امام شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ پیدائش کے وقت آپ کا نام محمد رکھا گیا۔ حضرت مخدوم شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں علیہما نے آپ کا نام ابوالبرکات محی الدین جیلانی رکھا اور عرف میں آپ کو مصطفیٰ رضا خان کے نام سے پکارا گیا۔ عوام اور خواص میں مفتی اعظم ہند کے لقب سے مشہور رہے۔ آپ نے اکثر علوم و فنون اپنے والد گرامی مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے حاصل کیے اور اپنے بڑے بھائی مولانا حامد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی کتابیں پڑھیں۔ ان کے علاوہ علامہ شاہ رحم الٰہی منگلوری علیہ الرحمہ اور مولانا بشیر احمد علی گڑھی سے بھی آپ نے بھرپور استفادۂ علمی کیا۔۳۷

آپ نے درسِ نظامی کے جملہ علوم و فنون عقلیہ و نقلیہ سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۴ء تک جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی میں تدریس فرمائی اور پھر اپنی قائم کردہ جامعہ رضویہ مظہر اسلام (مدرسہ بی بی جی بریلی) میں طویل عرصے تک تدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور تقریباً ۷۰،۶۰ برس تک درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ آپ کو درس و تدریس نے درس نظامی کا ایک ماہر و فکر ساز مدرس، بالغ نظر محدث اور عظیم فقیہہ اور متکلم بنا دیا۔۳۸

اپنے والد حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات میں فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا اور عمر کے آخری ایّام تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اس دوران آپ نے تقریباً ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائے، جن میں سے ایک حصہ فتاویٰ مصطفویہ کے نام سے شائع ہوا۔

**سیاسی بصیرت**

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپ نے اپنے دور میں مذہب و ملت کی عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے جابر سے جابر حکمرانوں کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے اور حق و صداقت کا علم بلند کرنے سے کبھی گریز نہیں کیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے منحرف نہیں ہوئے۔ اسلام میں دین و سیاست الگ نہیں۔ علمائے حق وارثانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی بنا پر وارثِ سیاستِ اسلامی بھی ہیں۔ برّصغیر پاک و ہند میں کہیں کوئی فتنہ مسلمانوں کے خلاف شروع ہوا تو اس فتنے کا جواب آپ نے بہت ہی سلیقہ مندی اور جرأت و بیباکی سے دیا۔

۱۹۴۶ء میں برّصغیر کے ہزاروں علما و مشائخ نے آل انڈیا سنی کانفرنس میں دارالافتاء کے قیام کے موقع پر دارالافتا کی ذمّے داری سنبھالنے کے لیے برّصغیر کے جن علمائے کرام کے اسماء پر اتفاق کیا گیا، اُن میں آپ کا نام نامی سرفہرست تھا۔ آپ نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے ہر اجلاس میں شرکت فرمائی۔ تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کا ایک تاریخ ساز اجلاس جو ۲۴ تا ۲۷ جمادی الاوّل ۱۳۶۵ھ / ۲۷ تا ۳۰ اپریل ۱۹۴۶ء کو منعقد ہوا تھا اور اس اجلاس میں تقریباً پانچ سو مشائخ عظام اور علماءِ کرام اور دولاکھ سے زائد عوام اہلِ سنّت شریک ہوئے تھے، اس میں حضرت مفتی اعظم نے مرکزی کردار ادا کیا اور کانفرنس کی طرف سے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو مختلف کمیٹیاں بنیں ان میں سے بعض کمیٹیوں کی سربراہی آپ نے قبول فرمائی جن مجالس میں آپ کا انتخاب ہوا وہ یہ ہیں۔ تعلیم، پاکستان، عائلی قوانین، دارالقضاۃ، جمعیت آئین سازی وغیرہ۔

جناب شوکت صدیقی جو ایک غیر جانبدار مؤرخ ہیں آپ نے بھی تحریکِ پاکستان میں حضرت مفتی اعظم ہند کی خدماتِ جلیلہ کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں ”مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے فرزند اور ان کے جانشین مولانا مصطفیٰ رضا خان نوری نے ہمیشہ تحریکِ پاکستان کی کھل کر حمایت کی ہے۔ اُنہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں تحریکِ پاکستان کی حمایت و تائید میں منعقد ہونے والی آل انڈیا سنی کانفرنس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ حصّہ لیا۔“

**وصال**

حضرت مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی علیہ الرحمہ کا وصال بروز بدھ ۱۴ محرم الحرام (۱۴۰۲ھ) بمطابق ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء

بریلی شریف میں ہوا اور آپ کو والد ماجد حضرت امام شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفنایا گیا۔ وصال کے وقت آخری وصیت میں آپ نے فرمایا کہ ہر کڑے وقت میں "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" پڑھتے رہنا اور فرمایا کہ سنّتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر حال میں عمل پیرا رہنا کہ یہی راہ نجات و کامرانی ہے۔۳۹

آپ نے اپنے فتاویٰ کے ذریعے مسلم لیگ کے بارے میں یہ فرمایا کہ اس کی مخالفت بھی نہ کی جائے بلکہ کانگریس کی شرکت حرام ہے اور کانگریس سے بچنا مسلمانوں پر لازم ہے کانگریس اسلام و مسلمین کی دشمن ہے۔ کانگریس سے کبھی مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ مسلم لیگ جو کہہ رہی ہے وہی ہے جو اہلِ سنّت علما کے اِرشاد ہیں خصوصاً اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام و المسلمین اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا آج مسلم لیگ ہماری ہمنوا ہوئی ہے بعد مدت اسے اتنی ہدایت ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ وہ اس ہدایت پر قائم رہے اور پوری ہدایت نصیب ہو یعنی خالص اہلِ سنّت کی جماعت ہو جائے آمین۔ مسلم لیگ کا سنی نمائندہ مسلمانوں کی ہمدردی کا مستحق ہے۔ بمقابلہ کانگریسی شخص کے مسلم لیگ کے سنی نمائندے کی معاونت کی جائے اس کی بھی مخالفت اس لیے کہ وہ مسلم لیگ کا نمائندہ ہے نہ کی جائے ہاں مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ خالص اہلِ سنّت کی اس جمعیت کے رُکن بنیں اور اسے ہر طرح قوت پہنچائیں اس کی ہر ممکن اعانت کریں جس کے مقاصد میں تمام مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کا انتظام کرنا اور فوائد مسلمین کے متعلق صحیح مشرح حالات ہر قسم سے گورنمنٹ و ممبرانِ اسمبلی کو آگاہ کرنا۔۴۰

## مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں حضرت مولانا حکیم سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی نام آتا ہے۔ آپ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۰۰ھ بمطابق یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو یوپی مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام غلام مصطفی رکھا گیا۔ آپ کے والد مولانا محمد معین الدین نزہت اپنے عہد کے ممتاز علمائے دین میں شمار ہوتے تھے اور اپنے دور میں اُردو اور فارسی کے جید اُستاد تھے۔ حضرت مولانا سیّد نعیم الدین نے آٹھ سال کی عمر میں حفظِ قرآنِ مجید کے بعد اُردو فارسی کی کتابیں والد بزرگوار ہی سے پڑھیں اور بعد ازاں کچھ کتابیں مولانا شاہ فضل احمد سے پڑھ کر مدرسۂ امدادیہ، مراد آباد میں مولانا سیّد گل محمد سے درسِ نظامی اور دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۹۰۲ء میں دستارِ فضیلت حاصل کی۔۴۱ حضرت مولانا نعیم الدین مراد آباد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اُستادِ گرامی حضرت شاہ گل محمد رحمۃ اللہ علیہ سے اور حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت حاصل کی۔۴۲

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پر بے حد اعتماد تھا۔ مولانا موصوف فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے راز دار اور رمز شناس تھے۔ آپ نے ان کے مشن کو بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا۔ مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فنِّ مناظرہ میں خاصا عبور حاصل تھا۔ عیسائی، آریہ، روافض، خوارج، قادیانی اور غیر مقلدین کو آپ نے بارہا شکستِ فاش دی۔ ہر میدان میں بفضل تعالیٰ فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے۔ آن کی آن میں آپ اپنے مدِ مقابل کو لاجواب کر دیا کرتے تھے۔۴۳

۱۳۲۸ھ بمطابق ۱۹۱۰ء میں مراد آباد میں "مدرسۂ انجمن اہلِ سنّت و جماعت" کی بنیاد رکھی، جس میں علوم عقلیہ و نقلیہ کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانے پر بندوبست کیا گیا تھا۔ ۱۳۵۲ھ بمطابق ۱۹۳۳ء میں آپ کی نسبت سے اس کا نام "جامعہ نعیمیہ" رکھا گیا۔ جلد ہی یہ مدرسہ یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گیا، جہاں بیرونِ ممالک کے طلباء بھی آ کر مستفیض ہوتے تھے۔ اس جامعہ کے فیض یافتہ اور مولانا کے تلامذہ پاک و ہند میں بہت سے جامعات کے بانی، بہت سی کتابوں کے مصنف اور بہت سے رسالوں کے مدیر ہیں۔۴۴

## سیاسی زندگی

حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا کی ایک کثیر تعداد نے علمی دنیا میں اور خاص کر کے تحریکِ پاکستان کے حوالے سے سیاست میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ تحریکِ پاکستان کے حوالے سے مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی بھی شامل رہے۔ علاوہ ازیں جو بھی تحاریک ہوں تحریکِ خلافت ہو یا شدھی تحریک ہو، فتنۂ ارتداد ہو یا تحریکِ پاکستان آپ کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء میں تحریکِ خلافت، تحریکِ ترکِ موالات کے جذباتی دور میں آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانوں تک

اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا۔ جب ۱۹۲۰ء میں سلطنتِ ترکی کے تحفظ اور حمایت میں خلافت کمیٹی قائم ہوئی،[۴۵] اس کمیٹی کے قائم ہونے کے بعد یعنی ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء کے دوران مشترکہ ہندو مسلم جدوجہد کا آغاز ہوا تاکہ ترکی کے وہ علاقے جو ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں ان کو واپس دلائے جائیں۔

اس دوران ہندو مسلم اتحاد اس حد تک بڑھا کہ ہندو مقتدا اور مسلمان لیڈر مقتدی بن گئے۔ ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر شعائر اسلام کا بھی خیال نہ کیا گیا۔ ایسے موقعہ پر صدر الافاضل مولانا سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ چپ نہ رہ سکے اور مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی۔ آپ نے اس سلسلے میں اِرشاد فرمایا: "سلطنت اسلامیہ کی تباہی و بربادی اور مقاماتِ مقدسہ بلکہ مقبوضاتِ اسلام کا مسلمانوں کے ہاتھ سے جانا ہر مسلمان کو اپنی اور اپنے خاندان کی تباہی و بربادی سے زیادہ اور بدرجہا زیادہ شاق اور گراں ہے اور اس صدمے کا جس قدر بھی درد ہو کم ہے۔ سلطنتِ اسلامیہ کی اعانت و حمایت خادم الحرمین کی نصرت و مدد مسلمانوں پر فرض ہے، لیکن یہ کسی طرح جائز نہیں کہ ہندوؤں کو مقتدا بنایا جائے اور دین و ایمان کو خیر باد کہہ دیا جائے۔ اگر اتنا ہی ہوتا کہ مسلمان مطالبہ کرتے اور ہندو اُن کے ساتھ متفق ہو کر "بجا ہے، دُرست ہے" پکارتے، مسلمان آگے ہوتے اور ہندو اُن کے ساتھ ہو کر ان کی موافقت کرتے تو بے جا نہ تھا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندو امام بنے ہوئے آگے آگے ہیں، کہیں ہندوؤں کی خاطر قربانی اور گائے کا ذبیحہ ترک کرنے کی تجاویز پاس ہوتی ہیں۔ ان پر عمل کرنے کی صورتیں سوچی جاتی ہیں۔ اسلامی شعائر مٹانے کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ کہیں پیشانی پر قشقہ (چندر) کھینچ کر کفر کا شعار یعنی کہ ٹریڈ مارک نمایاں کیا جاتا ہے۔ کہیں بتوں پر پھول اور ریوڑیاں چڑھا کر توحید کی دولت برباد کی جاتی ہے۔ کروڑوں سلطنتیں ہوں تو دین پر فدا کی جائیں مگر دین کو کسی سلطنت کی طمع پر برباد نہیں کیا جاسکتا۔" [۴۶] اسی طرح آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعے مسلمانوں تک اسلام کے سچے پیغام کو پہنچایا اور صدر جمعیتہ العلماء ہند مولانا حسین احمد مدنی کو ہندو مسلم اتحاد کے خطرات سے آگاہ کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے سے روکا۔ پھر دہلی جا کر مولانا محمد علی جوہر کو سمجھایا بالآخر وہ ہندو مسلم اتحاد کی دعوت سے دست بردار ہو کر تائب ہوگئے۔ ۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک چلی جس کا مقصد مسلمانوں کو مرتد کرنا یا قتل کرنا تھا۔ بریلی شریف میں جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی گئی، جس کے تحت آپ نے دیگر علماءِ اہلِ سنّت کے ساتھ فتنۂ ارتداد کا بھرپور مقابلہ کیا۔[۴۷]

۱۹۲۴ء میں آپ نے مراد آباد سے ماہنامہ "السواد الاعظم" جاری کیا۔ اس پرچے میں دو قومی نظریہ کی بھرپور حمایت کی اور ہندوؤں کی عیاریوں کی خوب قلعی کھولی۔ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ کے شمارے میں مدرسۂ اہلِ سنّت مراد آباد میں ۱۸ ستمبر ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد کا ذکر ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ "یہ جلسہ نہرو کمیٹی رپورٹ" کو مسلمانوں کے حق میں نہایت مضر سمجھ کر اس سے ناراضی کا اظہار کرتا ہے۔[۴۸]

## اقبال اور حضرت صدر الافاضل

۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبۂ الٰہ آباد میں ان افکار کا اظہار کیا جو ہماری قومی جدوجہد میں ایک نئے موڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئے۔ تاہم اس دور میں جب علامہ اقبال اپنے افکار کا اظہار کر رہے تھے ان کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بقول چوہدری خلیق الزماں "خود الٰہ آباد مسلم لیگ کے اجلاس میں بھی بے رُخی اور لاتعلقی کی کیفیت پائی جاتی تھی۔ تاہم علماءِ اہلِ سنّت چونکہ شروع ہی سے ایسے افکار کے داعی تھے اور مسلمانوں کے الگ وجود کے تحفظ کی ضمانت چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے اقبال کی واضح طور پر تائید کی۔[۴۹]

علامہ اقبال نے اپنے ایک خطبے میں کہا تھا": ہندوستان دنیا میں سب سے بڑا اسلامی ملک ہے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تمدنی قوت کے زندہ رہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایک مخصوص علاقے میں دینی مرکزیت قائم کر سکے۔ اس طرح نہ صرف ہندوؤں کا مسئلہ حل ہو جائے گا بلکہ خود اس سے مسلمانوں کے احساساتِ ذمّہ داری قومی ہو جائیں گے اور ان کا جذبۂ حب الوطنی بڑھ جائے گا۔" [۵۰]

حضرت حکیم الامت علامہ اقبال کے انہی افکار پر جہاں دیگر مسلمان لیڈر بے تعلق اور خاموش تھے، وہاں دوسری طرف ہندو لیڈروں اور اخبارات نے اقبال کے خلاف اپنے بغض کا اظہار شروع کر دیا۔ اس وقت حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد

آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماہنامہ "السواد الاعظم" شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ بمطابق جنوری ۱۹۳۱ء مراد آباد کے شمارے میں اقبال کے افکار کی تائید کرتے ہوئے لکھا: "ڈاکٹر محمد اقبال کی رائے پر ہندوستان کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا جائے: ایک حصّہ ہندوؤں کے زیرِ اقتدار ہو، دوسرا مسلمانوں کے۔ ہندوؤں کو کس قدر اس پر غصّہ آیا، یہ ہندو اخبارات دیکھنے سے ظاہر ہو گا۔ کیا یہ کوئی نا انصافی کی بات تھی۔ اگر اس سے ایک طرف مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچتا تھا تو ہندوؤں کو بھی اسی نسبت سے نفع ملتا، لیکن ہندو اس وقت خالی بات بھی نوکِ زبان پر لانے کو تیار نہیں ہیں جو مسلمانوں کو اچھی معلوم ہو۔ اس حالت میں بھی کوئی مسلمان کہلانے والی جماعت ہندوؤں کا کلمہ پڑھتی ہے اور اپنی اس پُرانی فرسودہ لے کو پیٹا کرے تو اس پر ہزار افسوس! کاش اس وقت یہ حضرات خاموش ہو جائیں اور کام کرنے والوں کو کام کر لینے دیں۔"۵۱

تحریکِ پاکستان میں موصوف نے دل و جان سے حصّہ لیا اور جہاں جہاں تائید و حمایت کی ضرورت پڑی تو مولانا موصوف اس میں سر فہرست ہوتے۔ ۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (لاہور) میں قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو جن علماءِ اہلِ سنّت نے اس کی پُر زور تائید و حمایت کی، ان علماءِ کرام میں سے ایک حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی بھی تھے۔

۱۹۴۶ء میں صدر الافاضل ہی کی کوشش سے بنارس (بھارت) میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے چار روزہ تاریخی اجلاس ہوا۔ اس کانفرنس میں پاک و ہند کے دو ہزار علما و مشائخ اور ۶۰ ہزار دوسرے حاضرین شریک تھے۔ "قرار دادِ پاکستان" کی حمایت میں جو تجویز اتفاق رائے سے منظور ہوئی اس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں: "آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پُر زور حمایت کرتا ہے ۵۲۔ اور اعلان کرتا ہے کہ علما و مشائخ اہلِ سنّت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایک ایسی حکومت قائم کریں جو قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں فقہی اُصول کے مطابق ہو۔"۵۳

اس کانفرنس کے بعد اس کی غرض و غایت کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اور نظریۂ پاکستان کی اہمیت واضح کرنے کے لیے آپ نے صوبہ جات مدراس، گجرات، کاٹھیاواڑ، جوناگڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، کلکتہ، ہگلی، چوبیس پرگند، ڈھاکہ، کرنافلی، چٹاگانگ اور سلہٹ کے مسلسل دورے کر کے قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کی۔ موصوف کو تحریکِ پاکستان سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ چنانچہ مولانا ابوالحسنات قادری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔ "پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس کا دوسرا نام) کو کسی طرح دستبردار ہونا منظور نہیں، خود جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں۔"۵۴

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں ایک اور جگہ فرمایا: "ہم نے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر آنا علما کی شایانِ شان نہ سمجھا، لیکن علما نے مسلم لیگ کے حریفوں کا سرگرمی کے ساتھ مقابلہ کیا اور یہ مسلم لیگ پر کوئی احسان نہیں، بلکہ ہمارا نقطۂ نظر شروع ہی سے اسلامی تعلیمات کے ماتحت تھا۔ اس جماعت نے ہر دور میں کبھی غیر مسلموں پر اعتماد یا بھروسہ نہیں کیا۔ اب ایک جو مسلم لیگ نے قرآن و سنّت اور اس کے اسلامی احکام کی ترویج کا ذمّہ اُٹھایا تو علمانے اسلام کی سربلندی کے لیے مسلم لیگ کے حریفوں کا مقابلہ کیا اور ان تمام بذلہ خواروں کا پردہ فاش کیا۔ جنہوں نے پہلے سلطنت مغلیہ کے دور میں انگریزوں کی ہمنوائی میں بڑی بڑی رشوتیں لیں جس کے صلے میں "شمس العلماء" اور "خان بہادر" کے خطابات پائے، جاگیریں لیں اور وہی سب ہندوؤں کے ٹکڑوں پر بک کر مسلمانوں کی پشت پر چھڑا مارنے کا کام انجام دے رہے ہیں۔" ۵۵

طبقۂ علما میں السواد الاعظم کے ایڈیٹر اور ممتاز عالم دین مولانا نعیم الدین مراد آبادی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے لیگ کے اجلاس میں علامہ اقبال کی جانب سے پیش کیے جانے والے "علیٰحدہ مسلم وطن" کے تصوّر کی تائید و حمایت کی تھی ۵۶۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے ڈاکٹر اقبال کی اس تائید کے تقریباً ایک سال بعد لندن میں دوسری اور تیسری گول میز کانفرنسیں ۱۷ ستمبر ۱۹۳۱ء اور ۱۷ نومبر ۱۹۳۲ء جاری تھیں اپنے ایک اور اداریہ میں دو قومی نظریہ کی روشنی میں ہندو مسلم مناقشات کا حل تجویز کرتے ہوئے لکھا کہ "جب ہندو اپنی حفاظت اس میں سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے محلوں سے علیٰحدہ ہو جائیں اور اپنی حدود علیٰحدہ کر لیں تو مسلمانوں کو یقیناً ان

کے محلوں میں جانے اور اُن کے ساتھ کاروبار رکھنے سے احتیاط رکھنا چاہیے۔ دونوں اپنے اپنے حدود جُدا گانہ قرار دیں اور اس نکتے کو ملحوظ رکھ کر سیاسی مباحث کو طے کریں یعنی ہندوستان میں ملک کی تقسیم سے ہندو مسلم علاقے جُدا جُدا بنالیں تاکہ باہمی تصادم کا اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے۔ ہر علاقہ میں اسی علاقہ والوں کی حکومت ہو۔ مسلم علاقہ مسلمانوں اور ہندو علاقوں میں ہندوؤں کی۔۵۷؎

آپ ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو اس دنیائے فانی سے رُخصت ہوئے۔ آپ کا مزارِ مبارک جامع مسجد مراد آباد کے گوشے میں مرجع خواص وعوام ہے۔۵۸؎

### حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھی ثم المدنی

آپ کی جائے پیدائش میرٹھ ہے۔ آپ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۳ء میں دنیا میں تشریف لائے۔۵۹؎ جب آپ بارہ سال کے ہوئے تو آپ کے والدِ ماجد مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفّٰی ۱۳۲۲ھ) کا انتقال ہوگیا تھا۔ اس کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت کی نگہداشت آپ کی والدہ اور بڑے بھائی خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد مختار صدیقی علیہم الرحمہ کے حصّے میں آئی۔

### تعلیمی دور

واضح رہے کہ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ آپ نے ابتدائی کتب گھر ہی میں پڑھیں اور پھر دارالعلوم عربیہ قومیہ جو کہ میرٹھ کی مشہور دینی درس گاہ تھی وہاں سے سولہ برس کی عمر میں درسِ نظامی کا امتحان اوّل پوزیشن سے پاس کیا۔ اس کے بعد اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک کیا اور پھر ڈویژنل کالج میرٹھ ہی سے ۱۹۱۷ء میں بی اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا۶۰؎ اور میرٹھ ہی میں حکیم احتشام الدین، جو فنِّ طبابت میں بڑے مشہور تھے، سے فنِّ حکمت سیکھا۔ تعلیمی دور میں مولانا موصوف درس گاہ کی تعطیلات کے دوران بریلی (U.P) میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ۱۹۱۹ء میں زیارتِ حرمین شریفین کے لیے حجاز تشریف لے گئے اور واپسی پر وقت کے عظیم المرتبت عالم دین مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۲۱ء) کے آستانے پر حاضری دی تو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خرقۂ خلافت پہنا کر بیرونی ممالک میں تبلیغ کے لیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔۶۱؎

### دینی اور اصلاحی خدمات

موصوف نے تقریباً ۳۵ برس برّصغیر اور متعدّد ممالک میں تبلیغ اسلام کی دعوت دی اور مختلف ممالک میں مساجد، کتب خانے، ہسپتال، یتیم خانے اور تبلیغی مراکز قائم کیے اور مختلف رسائل و جرائد جاری فرمائے۔ اس وقت بھی مولانا موصوف کے قائم کردہ کتب خانے، ہسپتال اور تبلیغی مراکز دینی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مورخین کے مطابق آپ کی کوششوں سے مختلف ممالک کے نامور ڈاکٹر، سائنس داں اور دہریے، عیسائی، یہودی وغیرہ دین اسلام میں داخل ہوئے۔۶۲؎

۱۹۳۵ء میں مولانا نے اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ اس مناظرے میں مولانا کے مدِمقابل جنوبی افریقہ کے مشہور مفکر ڈاکٹر برناڈشا، جس پر دورانِ مناظرہ آپ کی شخصیت کا رعب چھایا رہا اور آخر میں انگریز مفکر نے یہ اعتراف کیا کے ”آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہی ہوگا۔“ ۶۳؎

اس انگریز مفکر سے مولانا موصوف کی گفتگو پر مشتمل کتابچہ انگریزی زبان میں موجود ہے اب اس کا اُردو میں ترجمہ بھی ہوچکا ہے۔ جو ماہنامہ ترجمان اہلِ سنّت نے مارچ ۱۹۷۲ء میں شائع کیا اور حال ہی میں محترم ڈاکٹر وسیم الدین اُستاد جامعہ اُردو کراچی نے مکالمہ مولانا عبدالعلیم الصدیقی رحمۃ اللہ علیہ اور برناڈشاہ کے نام سے شائع کیا ہے۔

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ایک جادو بیان اور شعلہ نوا مقرر بھی تھے۔ آپ اُردو کے علاوہ عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے ہر تقریر ایسی مدلل اور مؤثر ہوتی کہ حاضرین پر رقت طاری ہوجاتی۔ مولانا نے ہر درجہ اور طبقۂ فکر کے لوگوں سے خطاب کیا۔ کئی بد مذہب تائب ہوجاتے اور غیر مسلم دولتِ اسلام سے مالامال ہوجاتے۔ مولانا موصوف کی تقاریر اس قدر مؤثر ہوتیں کہ خود اہلِ زبان بھی حیران رہ جاتے۔۶۴؎

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ عمر بھر مسلک اہلِ سنّت وجماعت کی حمایت و اشاعت میں بذریعہ تقریر وتحریر سرگرم عمل رہے۔ آپ کا شمار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرّہ کے خاص خلفا میں ہوتا تھا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرّہ نے

آپ کو "علیم الرضا" کے لقب سے بھی مشرف فرمایا تھا۔ مولانا موصوف کو عشقِ رسول ﷺ اپنے پیر و مرشد سے ورثہ میں ملا تھا۔ مولانا نے عشقِ رسالت مآب ﷺ کا ہونا قول و فعل سے ثابت کیا اور اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعا کی تو یہی کہ مولا تعالیٰ نبی کریم ﷺ کا نیاز مند بنادے۔ ۶۵

## سیاسی خدمات

مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریکِ پاکستان میں جو نمایاں خدمات انجام دیں ہیں وہ تاریخ کے سنہرے صفحات پر ثبت ہیں۔

✻ مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر، فلسطین، عراق، شام، لبنان اور اردن کا دورہ کرکے وہاں کے حکام سے ملاقاتیں کیں، جلسوں میں دانشوروں کے سامنے تقریریں کیں، جس سے تحریکِ آزادی کے لیے راہ ہموار ہوئی اور تحریکِ پاکستان کے موقف سے آگاہ کیا۔

✻ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرماکر تحریکِ پاکستان کی حمایت فرمائی۔ پھر ملک کے طول و عرض میں اس پیغام کو پہنچایا۔ عرب ممالک کے کامیاب دورے کے بعد جب مولانا عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ واپس ہندوستان آئے تو مسلمانوں کے کثیر اجتماع نے والہانہ استقبال کیا۔ آپ نے اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "موجودہ کانگریسی حکومت کے نظامِ عمل اور ہمارے نظامِ عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو کسی صورت میں منظور نہیں کرسکتے۔ ہمارا نظامِ عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا سمجھایا ہوا اور زمانے ہائے ماضی، حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لحہ بہ لحہ روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں، مگر اس مافوق الفطرت نبی یعنی حضرت سیّدنا محمد ﷺ خاتم النبیین والمرسلین ﷺ کا لایا ہوا قرآن کریم نظامِ عمل اور قوانین حکومت کی ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل پر حاوی ہے، اس لیے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو قدرتی پاکستان کا نام دیتا ہوں، جس کی بنیادیں احکام قرآن کریم اور ارشاداتِ مصطفوی ﷺ پر ہوں گی۔ ہمارے علما و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں رہتے ہوئے پاکستانی لشکر کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور اب میدانِ عمل میں آچکے ہیں اور اب برّصغیر کے مسلمانوں کا قدرتی پاکستان مقدر بن چکا ہے۔" ۶۶

✻ مولانا عبدالعلیم صدیقی صاحب نے ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس میں بہت سی قرار دادیں بھی پاس کرائیں۔

✻ آل انڈیا سنی کانفرنس میں جو تجاویز منظور ہوئیں ان میں نظریۂ پاکستان کی خاص طور پر حمایت کی گئی۔

✻ قیامِ پاکستان کے بعد قائد پاکستان محمد علی جناح نے آپ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کا نمائندہ بناکر بھیجا اور آپ کو سفیر پاکستان کا خطاب دیا۔ آپ نے تبلیغی و سیاسی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریری خدمات بھی انجام دیں۔ آپ کی کتب میں سے چند کے نام یہ ہیں:

✻ المرأۃ عربی (مطبوعہ، مصر) ✻ ذکر حبیب (دو جلد)
✻ کتاب تصوف ✻ بہار شباب
✻ مسائل انسان کا حل ✻ اسلام میں عورت کے حقوق
✻ مرزائی حقیقت کا اظہار وغیرہ ۶۷
✻ احکام رمضان ✻ اسلام کی ابتدائی تعلیمات
✻ اسلامی اُصول ✻ اشتراکیت کیا ہے
✻ انسانی مسائل کا حل ✻ مکالمہ جارج برناڈ شا

## اولاد

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (سابق ممبر سینٹ، سابق صدر جمعیۃ العلما پاکستان، سابق صدر متحدہ مجلس عمل)، اور ڈاکٹر فریدہ وغیرہ۔

## وصال

۲۳ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء کو آپ کا وصال مدینہ منوّرہ سعودی عرب) میں ہوا۔ آپ کو سرزمین مدینہ (جنت البقیع) میں سپردِ خاک کیا گیا۔ ۶۸

## حوالہ جات


۱۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ۱۹۹۳ء۔
۲۔ حیات حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر مسعود احمد، ۱۹۸۱ء سیالکوٹ۔
۳۔ حیات حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر مسعود احمد۔
۴۔ تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ۱۹۸۲ء کراچی۔
۵۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، صادق قصوری، ۱۹۸۲ء کراچی۔
۶۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت، ظفر الدین قادری، مکتبۂ نبویہ، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص:۸،۹

۷۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، مولانا محمود احمد قادری، فیصل آباد، ۱۹۹۲ء ص:۱۱۰۔
۸۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی، ۱۹۹۲ء ص:۳۰۰۔
۹۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی، ۱۹۹۲ء ص:۲۰۰۔
۱۰۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، مولانا محمود احمد قادری، فیصل آباد، ۱۹۹۲ء، ص:۱۱۱، ۱۱۲
۱۱۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، صادق قصوری، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص:۳۰۱۔
۱۲۔ تحریکِ آزادی ہند اور السوادِ الاعظم، ڈاکٹر مسعود احمد، ۱۹۸۷ء ص:۱۹۹۔
۱۳۔ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، جلال الدین قادری، گجرات ۱۹۹۹ء ص:۱۰۶۔
۱۴۔ تحریکِ آزادی ہند اور السوادِ الاعظم، ڈاکٹر مسعود احمد، ص:۱۱۵، ۱۱۴۔
۱۵۔ تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، جلال الدین قادری، گجرات، ۱۹۹۹ء ص:۲۷
۱۶۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، مولانا محمود احمد قادری، ۱۹۹۲ء، کانپور، ص:۱۱۲۔
۱۷۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، محمود احمد قادری، ۱۹۷۹ء، ص:۵۲۔
۱۸۔ مؤلف تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت اور مؤلف الیواقیت المہریہ کے مطابق مولانا موصوف کے علامہ الدہر مولانا علامہ ہدایت رسول خان رامپوری ثم جونپوری، العزیز اُستاذ الاساتذہ تھے۔ خاتم الحکماء مولانا علامہ فضل حق خیر آبادی کے حلقہ درس میں شریک رہے اور درس حدیث صحاح ستہ مولانا سید عالم نگینوی (۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء) سے حاصل کیا۔ مدرسۂ حنفیہ (جونپور) میں مفتی محمد یوسف فرنگی علی لکھنوی کی جگہ صدر مدرس مقرر ہوئے اور تاحیات اسی مدرسے میں علم وفضل کے خزانے لٹاتے رہے۔ علم وفضل میں فقید المثال تھے۔ آپ کا وصال یکم رمضان ۱۳۲۶ھ بمطابق ۱۹۰۸ء کو جونپور میں ہوا۔ (حسن امام)
۱۹۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنّت۔ محمود احمد قادری۔ کانپور، اشاعتِ دوم، ۱۹۹۲ء، سنی دارالاشاعت فیصل آباد، ص:۵۲۔
۲۰۔ مقدمہ فتاوٰی امجدیہ جلدِ اوّل، ۱۹۱۲ء، مکتبۂ رضویہ، کراچی۔
۲۱۔ ماہنامہ پاسبان، الٰہ آباد (امام شاہ احمد رضا، نمبر شمارہ، مارچ ۱۹۶۲ء)، انڈیا۔
۲۲۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، محمود احمد قادری، ۱۹۹۲ء، فیصل آباد، ص:۵۳۔
۲۳۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، عبد المجتبیٰ رضوی، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص:۴۸۳۔
۲۴۔ القرآن المجید، ترجمہ ضیاالقرآن، پیر کرم شاہ، سورۃ البقرہ، آیۃ ۶۷، رکوع ۸
۲۵۔ تذکرہ خلفاءِ اعلی حضرت، محمد صادق قصوری، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص:۲۴۵۔
۲۶۔ آل انڈیا سنی کانفرنس، مؤلفہ علامہ جلال الدین قادری، گجرات، ۱۹۹۹ء۔
۲۷۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، محمد صادق قصوری، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص:۳۴۵۔
۲۸۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، ۱۹۸۹ء، ص: ۵۱۳
۲۹۔ ماہنامہ السواد الاعظم، مرادآباد۔
۳۰۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، لاہور، ۱۹۸۹ء۔
۳۱۔ تذکرہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، محمد صادق قصوری، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص:۲۴۸۔
۳۲۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، لاہور، ۱۹۸۹ء۔
۳۳۔ خلفاءِ اعلیٰ حضرت، محمد صادق قصوری، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص:۲۴۹، ۲۴۸۔
۳۴۔ حیات مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، ڈاکٹر مسعود احمد ۱۹۸۱ء۔
۳۵۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، عبد المجتبی رضوی، لاہور، ۱۹۸۹ء ص:۴۹۴۔
۳۶۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، عبد المجتبیٰ رضوی، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص:۵۰۰۔
۳۷۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، مولانا عبد المجتبیٰ رضوی، لاہور، ص: ۴۰۳۔
۳۸۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی، ص نمبر:۲۸۶۔
۳۹۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، محمود احمد قادری، طباعتِ دوم، فیصل آباد، ۱۹۹۲ء
۴۰۔ فتاویٰ مصطفویہ۔
۴۱۔ محمد صادق قصوری، اکابر تحریکِ پاکستان، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص:۱۰۔
۴۲۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، محمود احمد قادری، ۱۹۹۲ء، کانپور، ص:۲۵۳۔
۴۳۔ معارف رضا، شمارہ نہم، مطبوعہ ۱۹۸۹ء، کراچی۔
۴۴۔ علامہ ظفر الدین، حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، بریلی، انڈیا۔
۴۵۔ امام شاہ احمد رضا کانفرنس، ۱۹۹۴ء، اسلام آباد۔
۴۶۔ دوام العیش فی ائمۃ من القریش، امام احمد رضا خان، لاہور۔
۴۷۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تحریکِ پاکستان، مسعود احمد، ڈاکٹر، کراچی۔
۴۸۔ روزنامہ جنگ، پنجاب، ۱۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء۔
۴۹۔ روزنامہ جنگ، ۲۳ مارچ ۱۹۹۱ء، کراچی۔
۵۰۔ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، مسعود احمد، ڈاکٹر، کراچی۔
۵۱۔ تحریکِ آزادی ہند اور السوداعظم، مسعود احمد، ڈاکٹر، لاہور۔
۵۲۔ فاضل بریلوی اور ترکِ موالات، مسعود احمد، ڈاکٹر، لاہور، ص:۵۷۔
۵۳۔ ایضاً۔
۵۴۔ حیات صدرالافاضل غلام معین الدین، مطبوعہ لاہور، ص:۱۸۶۔
۵۵۔ اکابر تحریکِ پاکستان، صادق قصوری، ۱۹۷۹ء، لاہور، ص:۲۷۔
۵۶۔ قرارداد پاکستان تاریخ اور تجزیہ، خواجہ رضی حیدر، ۱۹۹۰ء، ص:۱۳۲۔
۵۷۔ دیکھیے ماہنامہ السواد الاعظم شوال وذیقعدہ، مرادآباد یوپی، ص:۱۴، ۱۳۔
۵۸۔ اکابر تحریکِ پاکستان، صادق قصوری، ۱۹۷۹ء، لاہور، ص:۲۷۴۔
۵۹۔ تذکرہ علماءِ اہلِ سنّت، محمود احمد قادری طبع اوّل، کانپور، انڈیا، ص:۱۶۰۔
۶۰۔ تحریکِ پاکستان اور علماءِ کرام، محمد قصوری، ۱۹۹۹ء، لاہور، ص:۲۳۵۔
۶۱۔ اکابر تحریکِ پاکستان، محمد صادق قصوری، ۱۹۷۹ء، لاہور، ص:۱۴۲۔
۶۲۔ ایضاً۔
۶۳۔ اکابر تحریکِ پاکستان، محمد صادق قصوری، ۱۹۷۹ء، لاہور، ص:۱۴۲۔
۶۴۔ ایضاً، ص:۱۴۳۔
۶۵۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت، ڈاکٹر مجید اللہ وصادق قصوری ۱۹۹۲ء، ص:۱۵۸
۶۶۔ ایضاً۔
۶۷۔ تذکرہ اکابر اہلِ سنّت مؤلفہ مولانا شرف القادری، لاہور، ص:۲۴۲۔
۶۸۔ ماہنامہ ضیاءِ حرم بھیرہ، سرگودھا، نومبر ۱۹۷۱ء۔

# ضرورتِ شیخ، تعلیماتِ رضا کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

ارشادِ خداوندی ہے: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (سُوْرَۃُ الْكَهْف، آیت ۱۷) "جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا (شیخ / مرشد / پیر) نہ پاؤ گے۔"

ایک اور مقام پر اپنی دی ہوئی ہدایت کو راہ ہدایت بتاتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ (سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْل، آیت ۹۷) "جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو اس کے لیے کوئی حمایت والے (شیخ / مرشد / پیر) نہ پاؤ گے۔"

اسی راہِ ہدایت کے سلسلے میں ایک جگہ یوں ارشادِ خداوندی ہے: مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف، آیت ۱۷۸) "جسے اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے۔"

مندرجہ بالا تینوں آیات میں ہدایت دینے کا ذمہ اللہ عزوجل نے خود لیا ہے اور بہت ہی واضح الفاظ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کوئی بھی شخص از خود ہدایت حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نصیب نہ فرمائے اور جب وہ کسی کی طرف سے ہدایت کھینچ لے تو وہ شخص راہِ ہدایت حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں جب اور جس کے لیے رب العٰلمین ہدایت چاہتا ہے اس کو اس زمانے کا ہدایت بتانے والا ہدایت پر چلانے والا، ہدایت کی راہ دکھانے والا یعنی کوئی نہ کوئی شیخ طریقت، پیر کامل، مرشدِ برحق کی صحبت اس کو فراہم کر دیتا ہے جس کے باعث وہ شخص راہِ ہدایت حاصل کر لیتا ہے۔ بعض ایسے اشخاص بھی ہوتے ہیں کہ ان کو ان کے زمانے میں کوئی نہ کوئی پیرِ کامل میسر ہوتا ہے مگر ضد، بغض، عناد، تکبر کے باعث وہ ہدایت یافتہ سے ہدایت حاصل نہ کر کے سراسر نقصان میں رہتے ہیں اور بعض دفعہ ایمان جیسی دولت سے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیتے ہیں۔

زمانۂ رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں ذاتِ محمد مصطفیٰ ﷺ رشد وہدایت کا سرچشمہ رہی مگر وہاں بھی جسے اللہ نے چاہا اس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رّسول اللہ ﷺ پڑھ کر نہ صرف ہدایت کی راہ پالی بلکہ اسی سیدھی راہ پر گامزن رہنے کے لیے انھوں نے مرشدِ برحق کی صحبت کو بھی پالیا جس پر چل کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اللہ پاک کی طرف سے انعام پانے کے مستحق ہو گئے اور اللہ عزوجل نے ان کو قرآن میں ان الفاظ سے یاد کیا: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ (سُوْرَۃُ الْبَيِّنَة، آیت ۸) "اللہ ان سے راضی اور وہ (تمام صحابہ کرام) اس سے راضی۔" یہ ہی مژدہ سورۃ المائدۃ آیت نمبر ۱۱۹، اور سورۂ مجادلہ کی ۲۲ ویں آیت میں بھی سنایا گیا ہے۔

دوسری جانب عہدِ رسالت یعنی ہادیٔ برحق حضرت محمد ﷺ کے عہد میں جن کو اللہ عزوجل نے ہدایت نہ دی وہ ایمان اور ہدایت کی دولت سے محروم رہے اور ابوجہل و لہب کے لقب سے مقلب ہو کر قیامت تک کے لیے عبرت کا نشان بن گئے اور یہ سب شیطانِ لعین اور اپنے نفس کے پیروکار قرار پائے۔

نبیِ کریم حضرت محمد ﷺ نے اپنے زمانے کے ہدایت یافتہ امتیوں کو قیامت تک کے لیے راہِ ہدایت کا سرچشمہ بنا دیا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: اَصْحَابِیْ كَا لنُّجُوْمِ بِاَيِّهِم اِقْتَدَ يتُم اِهتَدَيتُم "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جن کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے۔"

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور ومعروف تصنیف "عوارف المعارف" میں ایک قول نقل کرتے ہیں: مَنْ لَّا شَيْخَ لَهٗ فَشَيْخُهُ الشَّيْطٰنُ "جس کا کوئی پیر نہیں شیطان اس کا پیر ہے"

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی علیہ الرحمہ جہاں

متعدد علوم و فنون میں امام اور رہنما ہیں وہیں علم تصوف کے بھی امام اور پیشوا ہیں اور آپ نے علم تصوف کے حوالے سے بھی کئی رسائل تصنیف فرمانے کے ساتھ اس موضوع پر درجنوں فتاویٰ بھی قلمبند کیے ہیں؛ خاص کر فتاویٰ افریقہ میں مرتب فتاویٰ میں بہت تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر کیے گئے سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کیے ہیں جبکہ ملفوظات میں بھی اس قسم کے کیے گئے سوالات کے تشفی بخش جواب دیے ہیں۔ جن رسائل میں تصوف اور بیعت کے مسائل بیان کیے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مقال العرفاء باعزاز شرع وعلماء (۱۳۲۷ھ)۔
(علما اور شریعت کی افضلیت پر اہلِ معرفت کا کلام)

۲۔ الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ ۱۳۰۹ھ
(وہ یاقوت جو خالص عقد رابطہ کا ذریعہ ہے)

۳۔ نقاء السلافہ فی احکام البیعۃ والخلافۃ ۱۳۱۹ھ
(بیعت و خلافت کے احکام میں خوبصورت نچوڑ)

۴۔ السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ از امام احمد رضا (ص ۱۳۸–۱۶۰) مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، ۱۹۸۸ء۔

۵۔ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ میں متعدد فتاویٰ تصوف اور بیعت کے حوالے سے ہیں۔

۶۔ الملفوظ (ملفوظات امام احمد رضا) مرتبہ علامہ مولٰنا مفتی محمد مصطفٰے رضا خاں قادری نوری بریلوی

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی تصوف کی تعلیمات دیتے ہوئے شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت جیسی اصطلاحات کی آسان پیرائے میں تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

شریعت: حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال ہیں
طریقت: حضور اقدس سیّدِ عالم ﷺ کے افعال ہیں
حقیقت: حضور اقدس سیّدِ عالم ﷺ کے احوال ہیں
معرفت: حضور اقدس سیّدِ عالم ﷺ کے علومِ بے مثال ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۱، ص ۴۶۰)

امام احمد رضا شریعت، طریقت، اور حقیقت کی تفصیل اپنے رسالے "نقاء السلافہ فی احکام البیعۃ والخلافہ" (۱۳۱۹ھ) میں بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "قرآن و حدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائل شریعت ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین ان کی شرح نہ فرماتے تو علما نہ سمجھتے اور علمائے کرام اقوال ائمہ مجتہدین کی تشریح و توضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشادات ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے اور اب اگر اہلِ علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورتِ خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں، تو عام لوگ ہر گز ہر گز کتابوں سے احکام نکالنے پر قادر نہیں، ہزار جگہ غلطی کریں گے۔" آگے چل کر مزید رقمطراز ہیں: "جیسا کہ شارع علیہ السلام نے اپنی سنت کے ساتھ قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل کی ہے، اپنے ہی ائمہ مجتہدین نے ہمارے لیے احادیث شریعت کے اجمال کا بیان فرمایا ہے اور بالغرض ان کا بیان نہ ہوتا تو شریعت اپنے اجمال پر باقی رہتی اور یہ ہی بات ہر دور کی نسبت اپنے پہلے دور والوں کی ہے قیامت تک اس لیے کہ اجمال علما امت کے کلام میں قیامت تک جاری رہتا، اگر ایسا نہ ہوتا تو کتابوں کی شرحیں اور شرحوں پر حواشی نہ لکھے جاتے۔"

شریعت کے بعد حقائق معرفت کس طرح حاصل کیے جائیں اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں: "جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن کہ دقائق سلوک اور حقائق معرفت بے مرشد کامل خود بخود قران و حدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے۔ یہ راہ سخت باریک اور بے شمع نہایت تاریک ہے بڑوں بڑوں کو شیطانِ لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچا دیا، تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا اعادہ کرے، ائمۂ کرام فرماتے ہیں: آدمی اگرچہ کتنا ہی بڑا عالم، زاہد، کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو اپنا مرشد بنائے؛ بغیر اس کے ہر گز چارہ نہیں۔"

ایک انسان کو فلاحِ دارین حاصل کرنے کے لیے نہ صرف اصول و قوانین کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو قرآن و حدیث کی صورت میں میسر ہوتے ہیں بلکہ ان قوانین کو سمجھانے والے بھی درکار ہوتے ہیں کہ جو خود ان اصولوں پر چلتے ہوئے دوسروں کو بھی ان اصولوں پر چلنے کی تعلیم دے سکیں؛ پھر ظاہری شریعت کے اصول کے بعد ایک اور اہم ضرورت باقی رہتی ہے وہ یہ کہ کوئی ایسا

رہبر و رہنما بھی میسر ہو جو ہمارے دلوں کی سیاہی (بغض، عناد، ضد، تکبر، ریاکاری، دکھاوا، تصنّع، بناوٹ کو دور کر سکے جس کو قرآن نے تزکیۂ نفس سے تعبیر کیا ہے اور پھر ہماری روح کو ایسا جلا بخشے کہ ہمارا نفس نہ صرف مطمئنہ بلکہ راضیہ و مرضیہ بن جائے تاکہ ہم اپنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا قرب حاصل کر سکیں۔ اس کے لیے شریعت کی ظاہری تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ایک شیخ طریقت کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ اس شیخ کے ذریعہ حضور نبی کریم ﷺ تک رسائی حاصل کر سکے امام احمد رضا نے ایسے شیخ طریقت کی بھی دو اقسام بتائی ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں:

"اول عام کہ کلام اللہ وکلامِ الرسول ائمہ شریعت و طریقت وکلام علمائے دین اہلِ رشد وہدایت ہے۔ اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علما، علما کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ، فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن سوائے مرشد کے چارہ نہیں۔ دوم خاص کہ بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے یہ مرشد خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں، پھر دو قسم کے ہیں:

(۱) اول شیخ اتصال یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پر نور سید المرسلین ﷺ تک متصل ہو جائے۔ امام احمد رضا نے پھر اس شیخ اتصال کے لیے بھی چار بنیادی شرائط قائم کی ہیں:

(الف) شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضورِ اقدس ﷺ تک پہنچا ہو، یہ سلسلہ بیچ میں کہیں منقطع نہ ہو۔

(ب) شیخ سنی العقیدہ ہو، بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا۔

(ج) عالم ہو، علم فقہ اسی کی اپنی ضرورت کے قابل کافی اور لازم کہ عقائد اہلِ سنّت سے پورا واقف، کفرواسلام وضلالت وہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو۔ لہٰذا علم عقائد ہونا لازم ہے۔

(د) فاسق معلن نہ ہو۔

(۲) دوم شیخ ایصال کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ، مفاسدِ نفس انفس کے فسادات ومکائد شیطان (شیطان کی مکاریاں) ومصائرِ ہوا (خواہشات کا شکار) سے آگاہ ہو دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوسل پر شفقتِ تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے نہ محض سالک ہو نہ نرا مجذوب۔

امام احمد رضا نے بڑی وضاحت کے ساتھ دو قسم کے مرشدوں کا ذکر کیا اور اس کے لیے کلام اللہ اور کلام الرسول کو رشد و ہدایت کا ذریعہ بتایا جو کہ عام مسلمان کے لیے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے کہ وہ از خود کلام اللہ اور کلام رسول سے بغیر کسی وسیلے کے اپنی حاجت کے مطابق رشد وہدایت حاصل کر لے۔ ایسے افراد کو دیکھا گیا ہے کہ وہ ٹھوکر کھاجاتے ہیں کہ بغیر استاد کے ان کلاموں کو سمجھنا آسان نہیں۔ قسم دوم میں امام احمد رضا نے عام مسلمانوں کے لیے ایک ایسے شیخ کی ضرورت پر زور دیا کہ وہ ان چار شرائط پر پورا اترتا ہو جو انھوں نے تفصیل سے بیان کیں پھر شیخ کامل کی تلاش بھی دی کہ ایسا شیخ تلاش کرو جو ان ۴ شرائط کو تو پورا کرتا ہو؛ ساتھ ہی ایسا شیخ ہو کہ وہ تمھارے اندر کے عیوب کو سمجھتا ہو اور وہ آپ کے نفس کو جانتے ہوئے آپ کی ایسی اصلاح کرے کہ آپ نفسانی خواہشات سے دور ہو جائیں اور وہ شیخ آپ کو اللہ اور اس کے رسول کے روبرو پیش کر دے۔ ایسے شیخ اگرچہ بہت کم ہوتے ہیں اور بہت مشکل سے اور بہت تلاش کے بعد حاصل ہوتے ہیں جن کو ایسے شیخ مل جائیں وہ اپنی خوش بختی پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے اقسام مرشد کے بعد بیعت وارادت کی بھی اقسام کا تفصیلاً ذکر کیا ہے اور ان کو بھی مرید کی نیت اور خواہشات کے اعتبار سے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے، جس کی تفصیل کو یہاں اختصار سے پیش کیا جارہا ہے:

(۱) "اول بیعت برکت کہ صرف تبرک کے لیے داخل سلسلہ ہو آج کل عام بیعتیں یہی ہیں وہ بھی نیک نیتوں کے ساتھ ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لیے ہوتی ہے۔ اس بیعت برکت کے لیے شیخ اتصال شرائط اربع کے ساتھ کافی ہے۔"

امام احمد رضا عوام الناس کے خیر خواہ ہیں چنانچہ اس بیعت برکت کو ہی عوام کے لیے مفید سمجھا دیے ہیں اور عرض کر رہے ہیں کہ کاش تمام عوام الناس ایسی بیعت میں شامل ہو جائیں کہ دنیا و آخرت

میں یہ ہی بیعت کار آمد ہے۔ چنانچہ ایک اقول میں ارشاد فرماتے ہیں:
"بیکار یہ بھی نہیں مفید اور بہت مفید اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے۔ محبوبانِ خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا ان سے سلسلہ متصل ہو جانا فی نفسہٖ سعادت ہے۔"

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے اس بیعت کو جو شیخ اتصال سے ان شرائط کے ساتھ حاصل ہے اور اس بیعت کو جو شیخ ایصال کے ساتھ حاصل ہے شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ کے "بیان کردہ بیعت تبرک اور بیعت ارادت یا خرقۂ تبرک اور فرقۂ ارادت سے تعبیر کرتے ہوئے حضرت کے الفاظ کو تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"جو شخص فرقۂ تبرک (بیعت تبرک جو شیخ اتصال سے حاصل ہوتی ہے) کا خواہاں ہے تو اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ صوفیا کے اس لباس سے برکت حاصل کرے اس کے لیے وہ تمام شرائط ملحوظ نہیں رکھے جاتے جو خرقۂ ارادت کے لیے ضروری ہیں بلکہ صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر کہ شاید اس کی برکت سے خرقۂ ارادت (بیعت جو شیخ ایصال سے حاصل ہے) کا اہل کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ فرقۂ تبرک تو ہر طالبِ حقیقت کو دیا جاسکتا ہے، مگر خرقہ ارادت صرف طالبِ صادق کے لیے مخصوص ہے۔

عام مسلمان عموماً بیعت اتصال ہی پر اکتفا کرتے ہیں اور شیخ اتصال سے ظاہری شریعت کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے اپنے اعمال کو بہتر کرتے رہتے ہیں اور جو افراد دو چار قدم مزید آگے چلنے کی چاہت رکھتے ہیں وہ ظاہری شرعی اعمال کے ساتھ ساتھ اپنے باطن پر بھی توجہ دیتے ہیں اور اگر ان کا شیخ کامل ہے تو ان سے استدعا کرتے ہیں یا وہ کامل شیخ خود ہی اپنے ان چند مریدوں کو جو بیعت ایصال کی خواہش رکھتے ہیں ان کی طرف خاص توجہ فرماتے ہوئے ان کے باطنی معاملات کو درست کرنے کے لیے ان کو ایسے ذکر و اذکار کی تعلیم دیتے ہیں جن سے ان کا نفس پاک سے پاک تر ہوتا جاتا ہے اور ان کے دلوں سے نفسانی خواہشات کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے اور وہ اس شیخ کامل اور شیخ ایصال کی تربیت کے باعث قرآنِ مجید کی اس آیت: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (سُوْرَۃُ الْاَعْلٰی، آیت ۱۴)"بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔" قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (سُوْرَۃُ الشَّمْس، آیت۹) "بے شک مراد کو پہنچا جس نے اسے (نفس کو) ستھرا کیا" کا مصداق ہو جاتا ہے اور یقیناً جس نے اپنے نفس کو ستھرا کر لیا اسی کو قربِ الٰہی بھی حاصل ہوا۔ اتفاقاً طالب صادق کو اگر اپنے سلسلہ ارادت میں اس کے زمانے میں شیخ ایصال نہ ملے تو وہ دوسرے سلسلے کے مشائخ کے ساتھ رابطہ کر سکتا ہے اور کسی بھی سلسلے کے شیخ ایصال سے بیعت ایصال کر کے تربیت حاصل کر سکتا ہے مگر یہ ارادت ارادت استفاضہ ہوگی نہ کہ ارادتِ استعاضہ۔ یعنی اس کی بیعت ثانی جو کہ طلب فضی کے لیے ہے اس سے اس کو فیض حاصل ہوگا اور وہ حقیقتاً اس کی پناہ میں بھی آجائے گا یعنی وہ اپنی اول ارادت مکمل چھوڑ کر دوسرے سے بیعت نہیں کر سکتا اگر اس کے اور شیخ میں وہ چاروں شرائط جامع موجود ہیں مگر وہ طلب فیض حاصل کر سکتا ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا رقمطراز ہیں:
"ان (چاروں) شرائط کے ساتھ اس سے ارادت (ثانی) کر سکتا ہے مگر یہ ادارت "استفاضہ" ہوگی نہ کہ ارادت "استعاضہ" یعنی پیر کو چھوڑ کر اس کے عوض پیر بنانا کہ جو ایسا کرے گا دونوں طرف سے محروم رہے گا بشرطیکہ اس کا پہلا پیر ان چاروں شرائط کا جامع تھا اور اگر اس میں وہ شرطیں نہ تھیں تو وہ پیر بنانے کے قابل ہی نہ تھا۔"

کوئی بھی طالب مرید جو طلب فیض کے لیے چاہے بیعت اتصال یا بیعت ایصال کر چکا ہو وہ اپنے آپ کو مرید جانے اور سمجھے اپنے اول اور اصل شیخ کو ہی اور طلب فیض کے لیے وہ یقیناً دوسرے شیخ کی صحبت میں بیٹھ سکتا ہے اور ان کے اوراد و وضائف بھی کر سکتا ہے مگر بلا وجہ شرعی وہ بیعت اول فسخ نہیں کر سکتا۔ اس کو آسانی کے ساتھ یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے باپ سے پیدا ہو کر کسی اور کا بیٹا نہیں ہو سکتا ہے، اسی طرح کسی ایک شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے بعد دوسرے ہاتھ پر بیعت نہیں ہو سکتا؛ ہاں طلب فیض کی نیّت سے وہ فیض حاصل کر سکتا ہے اور اس کو بھی یہ ہی خیال کرے کہ یہ میرے شیخ کا تصرف ہے کہ انہوں نے اس شیخ کے ذریعہ مجھے فیض عطا کیا ہے اور اس شیخ ثانی کو اگر وہ آپ کے شیخ سے عمر میں بڑا اور بزرگی میں بڑا محسوس ہو تو اس کو اپنا تایا شیخ سمجھے اور اگر وہ آپ کے

اصل شیخ سے عمر میں کم ہے تو اس کو چچا شیخ سمجھے اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی چچا یا تایا باپ کا نعم البدل ہر گز نہیں البتہ وہ آپ کی رہنمائی کرتا ہے اور آپ کو آپ کے باپ کے نقش قدم کی تعلیم دیتا ہے جو کہ طالب کے لیے یقیناً فائدہ مند ہے۔

چنانچہ امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک سوال کہ کیا کوئی مرید اپنے شیخ کے علاوہ کسی دوسرے شیخ کا مرید ہو سکتا ہے یا نہیں جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: "جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہو تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہیے، اکابرِ طریقت فرماتے ہیں لا فلح مرید شیخین۔ جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا، خصوصاً جب کہ اس (شیخ اوّل) سے کشود کار (یعنی مطاب حاصل ہو چکا ہو ر مشکل حل ہو چکی ہو) بھی ہو چکا ہو، دوسرے جامع شرائط سے "طلب فیض" میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صریحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہوا اسے بھی اپنے شیخ (اوّل) ہی کا فیض جانے جیسا کہ "سبع سنابل" میں مروی ہے: شیخ جب نہ رہا اور اس کا سلوک ناقص اس کی تکمیل بطور خود نہ کرے کہ یہ راہ تنہا چلنے کی نہیں بلکہ کسی لائق تکمیل سے استمداد کرے اس میں حتی الامکان لحاظ قرب رکھے اپنے شیخ کے خلفا میں سے کوئی اس قابل ہو تو وہ اولیٰ ہے ورنہ اپنے سلسلے سے اقرب فالا قرب اور نہ ملے تو جو ملے یہ اس لیے کہ اختلاف راہ اطاعت عمل کرنے اور اپنے زمانے میں اپنے حق میں اپنے شیخ صحیح المشیخہ سے کسی کو افضل جاننا سوءِ ادب ہے۔"

اسی طرح کہ ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا رقمطراز ہیں: "دوسرے شیخ سے طالب ہو مگر اپنی ارادت شیخ اول ہی سے رکھے اور اس سے جو فیض حاصل ہو وہ اپنے (شیخ اول) ہی کی عطا جانے۔ اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے دو باپ نہیں ہوسکتے، ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہوسکتے، ایک مرید کے دو شیخ نہیں ہوسکتے۔"

امام احمد رضا نے اپنی تعلیماتِ طریقت میں اس بات کی طرف بھرپور توجہ دلائی ہے کہ کسی بھی انسان کا اول شیخ ہی اول ہوتا ہے اور وہ روحانی باپ کی جگہ اختیار کرلیتا ہے اور اب جس طرح نسبی باپ دو نہیں ہوسکتے اس طرح روحانی باپ یعنی شیخ بھی ایک مرید کے دو نہیں ہوسکتے۔ اب اگر کسی وجہ سے شیخ اول سے فیض حاصل نہ کر سکا یا اس کا انتقال ہو گیا اور فیض حاصل کر رہا تھا کہ شیخ سے رابطہ منقطع ہو گیا یا کسی دوسرے ملک چلا گیا یا کوئی بھی وجہ ہو گئی جس کے باعث شیخ اول اس کا سلسلہ فیض ظاہری منقطع ہو گیا لہٰذا وہ اس فیض کو جاری رکھنے کے لیے دوسرے شیخ سے رابطہ کر سکتا ہے، مگر اس کے ذریعہ اس فیض کو اپنے شیخ کا فیض ہی جانے۔ چنانچہ ایک اور جگہ امام احمد رضا اول شیخ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "جہل سے طلب اولیٰ ہے مگر پیر صحیح سے انحراف جائز نہیں جو فیض ملے اپنے شیخ ہی کی عطا جانے۔" بیعت کی اہمیت کے سلسلے میں مزید رقمطراز ہیں: بیعت ہونے میں والدین یا شوہر کی اجازت شرط نہیں، بذریعہ خط بیعت ہو سکتی ہے۔"

امام احمد رضا خاں قادری برکاتی محدث بریلوی خود بھی سلسلۂ قادریہ میں بیعت تھے اور سلسلۂ قادریہ میں ہی لوگوں کو بیعت کرتے تھے اگرچہ آپ کو تمام مروجہ سلاسل میں بیعت و خلافت کی اجازت حاصل تھی مگر آپ نے صرف اور صرف سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا جس طرح مذہباً آپ نے امام اعظم ابو حنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے پیروکار ہوتے ہوئے حنفیت کو فروغ دیا؛ اسی طرح سلسلۂ قادریہ کو آپ نے فروغ دیتے ہوئے ایک سو سے زیادہ افراد کو اپنے سلسلے کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور اب ان خلفا کے خلفا کی تعداد ہزاروں میں ہے جو سلسلہ قادریہ رضویہ کو فروغ دے رہے ہیں اور آپ کے لکھے ہوئے شجرے کا یہ شعر

قادری کر قادری رکھ قادریوں میں اٹھا<br>
قدرِ عبدالقادرِ قدرت نما کے واسطے

تمام دنیا میں نہ صرف قادریت بلکہ قادری رضویت کا نشان بن گیا ہے۔ اللہ عزوجل تمام ہی مشائخ علما کے سلاسل کو سلامت رکھے سب کو اپنی اپنی جگہ اپنے سلاسل کو فروغ دینا نصیب کرے اور تمام سلاسل کے مریدوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ایسی محبت عطا کرے جیسی کہ سگے بھائیوں اور اعزا و اقربا میں ہوتی ہے۔ آمین! بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم۔

◈ ◈ ◈ ◈ ◈

# تبرکاتِ خاندانِ برکات

محمد ارشاد احمد رضوی مصباحی ساحل شہسرامی

آقائے دو عالم ﷺ، انبیاءِ کرام اور بزرگانِ دین کے آثار و تبرکات جو دنیا کے مختلف گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں، کائنات کی گراں بہا متاع اور اہلِ ایمان کی عزیز ترین دولت ہیں۔ سلف کی عقیدت بھری نگاہیں، انہیں بڑے نیاز مندانہ انداز مین دیکھتیں، سروں پہ رکھتیں اور دلوں میں بٹھاتی تھیں۔ انبیاءِ کرام علیہم السلام اور نبی اکرم ﷺ کے عہدِ مبارک سے لے کر آج تک احترام و عقیدت اور شیفتگی و وارفتگی کے جذبات ان سے وابستہ رکھے گئے اور انہیں سرمایۂ برکات اور مصدرِ فیض سمجھا گیا۔

کتاب و سنت میں آثارِ کریمہ کی تعظیم اور ان سے تحصیلِ برکات کے صرف اشارے ہی نہیں ملتے بلکہ ان کی واضح تصریحات موجود ہیں۔ سیدنا حضرت ابرہیم علیہ السلام کے نشاناتِ قدم اور تابوتِ سکینہ کے آثارِ مبارکہ کو قرآن حکیم کی زبانی میں "آیاتِ بینات"[1] اور "آیت ملک"[2] فرمایا گیا۔ حضرت ابن جریر ابن ابی حاتم و کیع بن جراح، سعید بن منصور، عبد بن حمید ابو صالح جیسے اجلہ تابعین نے سید المفسرین سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے تابوتِ سکینہ کے آثارِ مبارکہ کی جو تفصیل پیش فرمائی ہے اس کی روشنی میں اس تابوت کے اندر سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کا عصاءِ مبارک، نعلین شریف، عمامہ شریف دیگر ملبوساتِ کریمہ، توریتِ مقدس کی دو تختیاں، منّ جو بنی اسرائیل پر اترا تھا اور یہ دعا مبارک تھی: لا الہ الا اللہ الحلیم الکریم و سبحان اللہ رب السموات السبع و رب العرش العظیم والحمد للہ رب العٰلمین۔[3]

ان آثارِ مبارکہ سے عہدِ موسوی میں بھی حصولِ برکات کی وہی کیفیت تھیں جو آج سیدنا امام احمد رضا قادری اپنی مبارک تصنیف "بدرالانوار فی آداب الآثار" میں تحریر فرماتے ہیں۔ وہ تبرکات کیا تھے؟ موسیٰ علیہ السلام کا عصا، ان کی نعلین مبارک اور ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامۂ مقدسہ وغیرہا۔ ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس لڑائی میں آگے کرتے، فتح پاتے اور جس مراد میں اس سے توسل کرتے اجابت دیکھتے۔[4]

احادیثِ طیبہ میں خود بارگاہِ رسالت ﷺ سے تبرکاتِ کریمہ عطا فرمانے اور صحابۂ کرام کا انہیں جان و دل سے لگا رکھنے کی کثیر روایات موجود ہیں۔ عمرہ جعرانہ میں سرِ اقدس کے حلق کے بعد موئے مبارک تقسیم ہوئے، حضرت سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خود اس کے شاہد اور اس دولتِ عظمیٰ سے شرفیاب ہیں۔[5] ایک دوسرے موقع سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو داہنی جانب کے سارے موئے مبارک عطا فرما کر بائیں جانب کے موئے مبارک تقسیم کر دینے کا حکم ہوا[6] (رواہ الشیخین)۔ خادمِ رسولِ اکرم ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی اپنی یہ مشاہداتی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ناخنِ مبارک ترشوا کر غلاموں کو عطا فرمائے (رواہ احمد)۔ نیز خود آپ کے پاس سرکارِ اقدس ﷺ کے نعلینِ مقدس اور پیالہ شریف کی گراں بہا دولتیں موجود تھیں (رواہ البخاری فی کتاب اللباس) سید تنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ لحاف اور تہبند سنبھال رکھا تھا، جس میں سرکارِ اقدس ﷺ کا وصال شریف ہوا (رواہ الشیخین)۔ حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس سرکارِ اقدس ﷺ کا ایک کسرانی جبہ شریف موجود تھا جس کے غُسالۂ اقدس کو مریضوں کی شفایابی کے واسطے پلایا جاتا (رواہ مسلم)۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدۂ ماجدہ حضرت ام سلیم اور حضرت حبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مشک کا وہ دہانہ بھی کاٹ کر محفوظ کر لیا تھا، جس سے لب ہائے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا مس ہوئے تھے۔ حضرت خداش بن ابی خداش رضی اللہ عنہ کے پاس حضور اقدس ﷺ کا استعمالی پیالہ شریف تھا۔ سیدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جب کبھی حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ پیالہ منگواتے اور اس میں آبِ زمزم رکھ کر پیتے، پھر اپنے چہرے پر اس پانی کے چھینٹے مارتے (کنز العمال)۔ حادثۂ کربلا سے واپسی کے وقت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے حضرت مسور بن

مخرمہ نے کہا: کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی تلوار عنایت فرمادیں گے؟ مجھے خطرہ ہے کہ مخالفین آپ سے یہ تلوار لے لیں گے اور اگر آپ مجھے عنایت فرمادیں گے تو واللہ العظیم جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی شخص بھی مجھ سے یہ تلوار نہیں لے سکتا(رواہ البخاری)۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرکارِ اقدس ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کراتیں، بلکہ وہ تمام تبرکات جو حضرت ام المومنین کے پاس موجود تھے، ان کی زیارت کرائی جاتی۔

ان تفصیلات سے اندازہ کیجیے کہ عہدِ صحابہ میں آثارِ کریمہ کے ساتھ صحابۂ کرام اور عامۂ مسلمین کو کس قدر والہانہ وابستگی تھی، کس قدر انس تھا، شغف تھا، احترام تھا! جب سرکار سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا یہ احترام آپ کے وصال کریم کے بعد تھا تو خود حیاتِ طیبہ میں کس قدر شیفتگی رہی ہوگی! اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ جب آپ وضو فرماتے تو آپ کے غسالۂ وضو کے حاصل کرنے میں بے پناہ سبقت کی جاتی۔کانھم کا دوا یقتتلون۔ پانی کے برتنوں میں دستِ اقدس ڈال دینے کی گذارش کی جاتی، اپنے گھروں میں دوگانہ ادا فرمانے کی درخواست پیش ہوتی، جذبۂ شوق آپ کے پس خوردہ کا انتظار کرتا، آپ کے تناول کردہ برتنوں میں آپ کی مبارک انگلیوں کے نشانات ڈھونڈے جاتے، آپ کے جسم اطہر سے مس ہوجانے والے ملبوسات، سفر آخرت کے لیے محفوظ رکھے جاتے اور ان سب سے غرض کیا تھی؟ حضور برکات اور شریف سعادات۔ ام احبل ابوزکریا نووی، علامہ عینی، امام ابن حجر عسقلانی، امام احمد بن قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی جیسے بلند پایہ اور مستند ائمۂ حدیث ان روایات سے یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔وفیہ التبرك بآثار الصالحین واستعمال فضل طھور ھم وطعامھم وشرابھم ولباسھم۔(شرح مسلم(۱/ ۱۹۶) اس میں آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے اور ان کے وضو وغسل سے بچے ہوئے پانی اور ان کے کھانے پینے اور لباس کے بقیہ کے استعمال کے سلسلے میں دلیل ہے۔ اور یہ نتیجہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طرزِ عمل سے ماخوذ ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مریضوں کو اور نظر لگے ہوئے انسان کو موئے مبارک جس شیشی میں رکھا ہوا تھا، اس شیشی کو پانی میں ڈبو کر وہ پانی دے دیتیں جس سے اسے شفا ہو جاتی۔ (بخاری کتاب اللباس ملخصًا)

یہاں تک تو عہدِ صحابہ کی گفتگو تھی۔ اب عہدِ تابعین کا بھی جائزہ لیتے چلیں کہ حضراتِ تابعین کیسی وابستگی رکھتے تھے آثارِ کریمہ کے ساتھ۔ مجددِ اوّل خلیفہ راشد سید التابعین سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے جذباتِ عقیدت کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفّٰی ۱۰۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں: حضورِ اکرم ﷺ کے متروکات وتبرکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس تھیں، جنہیں انہوں نے ایک کمرے میں احترام کے ساتھ محفوظ کر رکھا تھا اور ہر روز ایک بار ان تبرکات کی زیارت کیا کرتے تھے۔ سادات واشراف میں سے جب کوئی آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو اسے بھی آپ ان کی زیارت کراتے اور عرض کرتے کہ یہی تبرکات تو میرا سرمایہ ہیں اور فرماتے یہ اس ذات کی میراث ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے تمھیں عزت وتکریم سے نوازا ہے۔ کمرے کے اندر رکھے ہوئے تبرکات یہ تھے۔ چارپائی، چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑا موزہ، چکی اور ترکش جس میں چند تیر تھے۔ تکیہ کے اندر رسول اللہ ﷺ کے سرِ مبارک کی چکنائی کا اثر تھا، ایک شخص کو سخت بیماری لاحق ہوئی جس سے اسے شفا نہیں مل رہی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز سے اس کے بارے میں ذکر کیا گیا اور پھر آپ کی اجازت سے اس چکنائی میں سے کچھ دھو کر بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا جس سے وہ تندرست ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ) [۵]

عہدِ رسالت مآب ﷺ اور صحابۂ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانے کے حالات آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ یہ سلسلۂ احترام حصول برکات انس مبارک زمانے سے لے کر وہابیت کی ابتدا سے پہلے پہلے تک بلا اختلاف چلتا رہا۔ ہندوستان میں وہابیت کے بانی مولوی اسمٰعیل دہلوی جو مانعین کے مسلّم پیشوا ہیں، خود ان کے آباواجداد کی داستانِ محبت وعقیدت سنیے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب ایک مرتبہ سخت علیل ہوئے کہ زندگی کی امید جاتی رہی۔ سرکار ابد قرار رحمت عالم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور انہیں شفایابی اور

عمرِ طویل کی بشارت دی۔ مزید آپ کی آرزو کی تکمیل کی خاطر ریشِ اقدس کے دوبال شریف عنایت فرمائے۔ ان کی برکات و کرامات کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے سنیے۔ وہ "انفاس العارفین" میں لکھتے ہیں: ان دوبالوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپس میں گتھے رہتے ہیں مگر جب درود پڑھا جائے تو جدا جدا کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک مرتبہ تاثیرِ برکات کے منکروں میں سے تین آدمیوں نے امتحان لینا چاہا۔ میں اس بے ادبی پر راضی نہ ہوا، مگر جب بحث و مباحثہ طویل ہو گیا تو کچھ عزیزانِ مقدس بالوں کو سورج کے سامنے لے گئے، اسی وقت بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا حالانکہ سورج بہت گرم تھا اور بادلوں کا موسم بھی نہ تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر منکروں میں سے ایک نے توبہ کی اور دوسرے نے کہا یہ اتفاقی امر ہے۔ عزیز دوسری مرتبہ لے گئے تو دوبارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا اس پر دوسرے منکر نے بھی توبہ کی مگر تیسرے نے کہا یہ تو اتفاقی بات تھی یہ سن کر تیسری بار موئے مبارک سورج کے سامنے لے گئے۔ سہ بارہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا تو تیسرا منکر بھی توبہ کرنے والوں میں شامل ہو گیا۔

آپ نے یہ بھی فرمایا: "ایک بار یہ موئے مبارک زیارت کے لیے باہر لے آیا بہت بڑا مجمع تھا۔ ہر چند صندوق تبرک کا تالا کھولنے کی کوشش کی گئی لیکن نہ کھلا۔ میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو معلوم ہوا کہ فلاں آدمی ناپاک ہے جس کی ناپاکی کی شامت کے سبب یہ نعمت میسر نہیں آرہی ہے۔ عیب پوشی کرتے ہوئے میں نے ان سب کو تجدیدِ طہارت کے لیے حکم دیا، وہ ناپاک آدمی بھی مجمع سے چلا گیا اور اس وقت بڑی آسانی سے تالا کھولا گیا اور ہم سب نے زیارت کی۔"

اس سے یہ بات روشن ہو گئی کہ آثار کریمہ کے ساتھ مسلمانوں کا طرزِ عقیدت، طرزِ سلف کا آئینہ دار ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کے دل میں بھی عشق و وفا اور وابستگیِ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کا شمہ ہو گا وہ یقیناً ان نقوشِ محبت کو آنکھوں سے لگائے گا۔ سر پہ رکھے گا اور دل میں جگہ دینا اپنی سعادت تصوّر کرے گا، جیسا کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاک اور طاہر قلوب اور شفاف ذہن و دماغ انہی تصوراتِ عشق اور ایسے ہی جذباتِ عقیدت سے لبریز رہا کرتے تھے۔ انہیں تو بس نسبتوں کی تلاش ہوتی تھیں سند اور دلیل کی نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی نماز، قیام، اور گذر میں اس جگہ کی تلاش وجستجو فرماتے جہاں نبیِ اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی ہو یا تشریف رکھی ہو۔ ایک بار سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں نبیِ کریم ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔

عشق و ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ قلبِ مومن و وفا شناس ان آدابِ محبت کے برتنے کے لیے نہ کسی سند اور دلیل کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور نہ اسے عقل کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کی فرصت ہوتی ہے وہ محبوب رب العالمین کی اداؤں پر لوٹ لوٹ جاتا ہے، آقا کی نسبتوں پر مچل مچل اٹھتا ہے، جان جہان کی روح پرور کیف آفریں نسبتوں کی بہاریں دیکھنے کو تو مل جائیں بس مت پوچھیے دار فتگیِ شوق کا عالم، دیدنی اور گرویدنی ہوتا ہے۔ متاعِ جان و دل اور سرمایۂ قلب و نظر کو ان پر نثار کرنے کے بعد بھی اس کے دلِ بے قرار کو قرار نہیں آتا۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ یہ در حقیقت خود اس رحمت والے محبوب کے حضور نذرانۂ عشق و وفا اور آدابِ تکریم کا بجا لانا ہے۔ شفاءِ قاضی عیاض قدس سرہ کے حوالے سے مولانا عبدالحلیم فرنگی محلّی متوفّٰی ۱۲۸۵ھ والد ماجد مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھتے ہیں: وہ تمام مقامات جہاں نبی ﷺ تشریف لے گئے ان کی تعظیم اور ان تمام جگہوں کا احترام جہاں نبی ﷺ سکونت پذیر رہے اور ان مقامات کی توقیر جہاں نبی ﷺ کے تشریف لے جانا یا نماز پڑھنے کی عادت کریمہ تھی اور ان تمام چیزوں کی تکریم جنہیں نبی ﷺ نے اپنے ہاتھ پاؤں یا پہلو سے مس فرمایا ہو یا کسی جگہ کو یہ شہرت حاصل ہو، ان سب کی تعظیم و توقیر دراصل ذاتِ نبی ﷺ کی تعظیم و توقیر ہے۔

مجددِ اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: تواتر سے ثابت کہ جس چیز کو کسی طرح حضور اقدس ﷺ سے کوئی علاقہ بدن اقدس سے چھونے کا ہوتا، صحابہ تابعین اور ائمہ دین ہمیشہ اس کی تعظیم و حرمت اور اس سے طلب برکت فرماتے آئے اور دین حق کے معظم اماموں نے تصریح فرمائی

کہ اس کے لیے کسی سند کی بھی حاجت نہیں بلکہ جو چیز حضور اقدس ﷺ کے نام پاک سے مشہور ہو اس کی تعظیم شعائر دین سے ہے۔ شفا شریف، مواہب لدنیہ اور مدارج شریف وغیرہا میں ہے۔

من اعظامه ﷺ اعظام جميع أسبابه و مالمسه أو عرفه به ﷺ۔

یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں سے ہے ان تمام اشیاء کی تعظیم جن کو نبی ﷺ سے کچھ علاقہ ہو اور جسے نبی ﷺ نے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔

ابھی تصریحات ائمہ سے معلوم ہو گیا کہ تعظیم کے لیے یقین درکار ہے نہ کوئی خاص سند بلکہ صرف نام پاک سے اس شئ کا اشتہار کافی ہے۔ ایسی جگہ ادراک سند، تعظیم سے باز نہ رہے گا مگر بیمار دل پر آزار دل، جس میں نہ عظمتِ شانِ محمد رسول اللہ ﷺ بروجہ کافی، نہ ایمان کامل۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ يَعِدُكُمْ ۭ ۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اسکے جھوٹ کا وبال اس پر اور اگر سچا ہے تو تمہیں پہنچ جائیں گے۔ بعض وہ عذاب جن کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔ اور خصوصاً جہاں سند بھی موجود ہو پھر تو تعظیم، اعزاز اور تکریم سے باز نہیں رہ سکتا، مگر کوئی کھلا کافر یا چھپا منافق۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

کتاب وسنت کی روشنی میں آثارِ کریمہ کی استنادی اور تکریمی حیثیت کی وضاحت کے بعد اب آیئے برکت نگری چلتے ہیں جہاں خاندانِ نبوت کے تقدس مآب ماحول میں آثارِ کریمہ کی ضیائیں جگمگ جگمگ کرتی ہیں، جن کے سراپا فیض وبرکت اثرات سے دلوں کی دنیا آباد اور نگاہوں کے پردے روشن ہیں۔

خانقاہِ برکاتیہ کی تاسیس تو ۱۱۱۸ھ میں ہوئی، لیکن سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ سے پہلے اس خاندان کے جلیل الشان بزرگ مقدام العارفین سیدنا شاہ عبد الجلیل المعروف بہ بڑے پیر صاحب مارہرہ شریف تشریف لاچکے تھے جن کی خانقاہ خانقاہ برکاتیہ سے ایک الگ مقام پر مارہرہ مطہرہ میں قائم تھی اور بڑے پیر صاحب کی خانقاہ کے نام سے مشہور تھی۔ مارہرہ مطہرہ میں تبرکاتِ کریمہ کی آمد کا سلسلہ انہی بزرگ سے شروع ہوتا ہے جن کا سلسلہ بعد میں سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ تک جاری رہا۔ آپ کے بعد یہی تبرکات اخلاف میں منتقل ہوتے رہے۔

خانقاہ برکاتیہ میں دو قسم کے تبرکات ہیں: ایک مشترکہ دوسرے منفرد۔ انفرادی تبرکات تو ہر ایک کی ذاتی ملکیت ہیں، لیکن مشترک تبرکات اس مسجد برکاتی سرکار کلاں میں مستقل رہتے ہیں جس کی توسیع اور تعمیر نو سید ناشاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہ نے ۱۲۱۷ھ میں فرمائی۔ اس قفل کی چابی تینوں گدیوں کے سجادہ نشین حضرات کے پاس رہتی ہے اسے نہ کوئی تنہا کھول سکتا ہے اور نہ اس میں کوئی ذاتی تصرف کر سکتا ہے۔

مظہر غوثیت مآب قطب العارفین شمس الدین ابو الفضل سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے عہدِ مبارک تک خانقاہِ برکاتیہ سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ ہی میں اپنے منجھلے بھائی سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین نامزد فرمادیا تھا۔ حضرت ستھرے میاں صاحب قدس سرہ کے دو عقد ہوئے: پہلی اہلیہ سے ایک صاحبزادہ آل امام جُماّ میاں صاحب ہوئے اور دوسرے عقد سے تین صاحبزادے سید شاہ آل رسول، سید شاہ اولاد رسول، سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔ آپ نے اخلاف کے لیے تین وصیت نامے تحریر فرمائے: پہلے دو وصیت ناموں میں دیگر صاحبزادوں کی رضا مندی سے اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت امیر عالم قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین نامزد فرمایا، لیکن حضرت امیر عالم نے اپنے برادران معظم کے ساتھ حسن ادب کی وجہ سے تنہا سجادہ نشین ہونا گوارہ نہ فرمایا۔ اس لیے تیسرے اور آخری نافذ العمل وصیت نامہ میں اپنے تینوں صاحبزادگان کو اپنا سجادہ نشین فرمایا۔ حضرت تاج العلما سید شاہ اولا دِرسول محمد میاں صاحب برکاتی قدس سرہ لکھتے ہیں: آپ (ستھرے میاں قدس سرہ) نے اپنی حیات شریف میں ایک وصیت نامہ تحریر فرمادیا تھا جس کی رو سے اپنے بعد سجادہ نشینی اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ کے واسطے تجویز فرمائی تھی۔ پھر اس وصیت نامے میں کچھ ترمیم کرکے دوسرا وصیت نامہ تحریر فرمایا مگر سجادہ نشینی اس میں بھی اور صاحبزادوں کی رضا مندی سے چھوٹے صاحبزادہ ہی کے لیے تجویز فرمائی، مگر جب سید آل امام جما میاں صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت نے تیسرا اور آخری وصیت نامہ تحریر فرمایا جس میں تینوں صاحبزادوں سید شاہ آل رسول

صاحب، سید شاہ اولادِ رسول صاحب و سید شاہ غلام محی الدین صاحب قدست اسرار ہم کو بدرجۂ مساوی سجادہ نشین ومالک جملہ جائداد خانقاہی و درگاہی و زمینداری واموال منقولہ وروزینہ ہائے نقدو تبرکات شریفہ جملہ متروکہ خود تجویز فرمایا۔

تبرکات مشترکہ کی یہیں سے داغ بیل پڑتی ہے اور تینوں سجادہ نشین اور ان کے جانشین مشترک طور سے ان تبرکات کریمہ کے مساوی طور سے مستحق اور متصرف قرارپاتے ہیں۔ آج کل ان مشترک تبرکات کی کلید مخدوم گرامی حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب نظمی دامت برکاتہم القدسیہ اور مخدوم گرامی حضرت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں صاحب دامت برکاتہم القدسیہ کے پاس رہتی ہے۔

یہ ذی شان برکاتی خاندان عراق، واسط، غزنی سے ہوتا ہوا بلگرام شریف پہنچا۔ سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ کے عہدِ مبارک تک وہیں قیام پذیر رہا۔ عہد جہانگیر میں ۱۰۷ھ میں حضرت پیر صاحب کے بڑے صاحبزادے سیدنا شاہ عبدالجلیل قدس سرہ (۹۷۲ھ۔۱۰۵۷ھ) مارہرہ مطہرہ تشریف لائے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ کے تین صاحبزادے بلگرام شریف میں مدفون ہیں اور صاحبزادے طلب مولیٰ میں وادیِ جذب کے راہی ہو کر کسی کوہستانی علاقے کی طرف تشریف لے گئے پھر کچھ پتانہ چلا۔ آپ کے پہلے ذکر کردہ تین صاحبزادوں میں منجھلے صاحبزادے، سیدنا شاہ محمد اویس کے صاحبزادے ہیں۔ سیدنا سلطان العاشقین شاہ برکت اللہ قدس سرہ جن کے دم قدم سے پیہم نگر برکات نگر آباد ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب تبرکاتِ کریمہ کی آمد کی تفصیل بیان ہوتی ہے کہ وہ کیسے اور کس ذاتِ کریم کے واسطے سے اس خاندانِ عالی شان تک پہنچے؟ اخیر میں مشترکہ اور غیر مشترکہ سبھی تبرکات کی اجمالی فہرست درج ہوگی۔

(۱) سیدنا شاہ میر عبدالجلیل قدس سرہ متوفی ۱۰۵۷ھ کے واسطے سے سرکار اقدس ﷺ کا موئے مبارک اس خاندان میں پہنچا۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:"حضرت کے پاس ایک موئے مبارکِ حضور سید عالم ﷺ تھا جو اب بھی جست کی چھونچی میں تبرکاتِ مشترکہ سرکار کلاں میں بفضلہٖ تعالیٰ ہے۔"

(۲) حضور صاحب البرکات سلطان العاشقین سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ متوفی ۱۱۴۲ھ کے واسطے سے یہاں متعدد آثار و تبرکات پہنچے۔ حضرت تاج العلما قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:حضرت کے وقت میں موئے شریف حضور سرور عالم ﷺ آیا۔ یہ موئے مبارک حضرت کے خلیفہ شاہ روح اللہ از فرمائے نواب خیر اندیش خاں عالمگیری نے نواب موصوف کے متروکہ سے لاکر حضرت کو دیا تھا۔ اس موئے شریف کی سند اور جس طرح سے نواب خیر اندیش خاں کو ملا تھا"آثار احمدی"و"کاشف الاستار"شریف میں مفصل تحریر ہے۔ بفضلہٖ یہ موئے متبرک اس وقت تک بڑی سرکار کے تبرکات مشترکہ میں چاندی کی چھونچی میں ہے اور عرسوں میں زیارت ہوتی ہے اور خرقہ مرتضوی اور موہائے مبارک حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی حضرت کے پاس تبرکات میں تھے۔ خرقہ کی نسبت یہ روایت ہے کہ یہ خرقۂ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ہے جو حضرت غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے پہنچا۔ حضرت سلطان الہند خواجہ صاحب نے پہنا، حضرت سے قطب کو ان سے بابا فرید گنج شکر کو ان سے حضرت محبوب الٰہی کو، ان سے چراغ دہلی کو اور ان سے واسطہ بواسطہ حضرت شاہ مینا اور شاہ بڑے مخدوم اور شاہ صفی کو اور ان سے میر عبدالواحد بلگرامی کو پہنچا اور میر عبدالواحد بلگرامی سے واسطہ بواسطہ حضرت کو پہنچا۔ یہ خرقہ سجادہ نشینی کے دن سجادہ نشین سرکار کلاں پہنتا تھا اور تبرکات مشترکہ میں ہے مگر اب بوجہ بوسیدگی پہننے کے لائق نہیں رہا، کاندھوں پر رکھ لیا جاتا ہے اور اعراس میں زیارت ہوتی ہے۔ علاوہ ان آثار شریفہ کے حضرت کے بہت سے خاص ملبوس مثلاً خرقہ و تاج وعمامہ و سیلی اور تسبیح وغیرہ تبرکات مشترکہ میں ہیں اور نیز جداگانہ ہم میں ہر ایک پاس ہیں۔

علاوہ ان تبرکات مذکورۃ الصدر کے عہد مبارک میں سات منکے اور ایک دستار بھی آئی جس کی نسبت یہ روایت ہے کہ سرکار غوثیہ سے بذریعۂ شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت کو عطا ہوئی۔ چھ منکے ان میں سے تبرکات مشرکہ سرکار کلاں میں ہیں جن کی زیارت اعراس میں ہوتی ہے اور ایک منکا و دستار فقیر کے پاس ہے۔ حضرت کو واقعہ میں معلوم ہوا تھا کہ تجھے کچھ انعام سرکار غوثیہ سے ملے گا۔ اس زمانے میں عرس کلیر شریف ہو رہا تھا۔ آپ کے ایک درویش بھی

اس عرس کی حاضری کے واسطے حضرت کے فرستادہ جارہے تھے۔ راہ میں ایک شخص نے جو ایک کھیت کی نگرانی کر رہا تھا ان درویش کو یہ سات منکے اور دستار دے کر فرمایا کہ:

یہی پیام یہی رسالہ
کہیو برکات مارہرہ والا

ان درویش نے حضرت سے واپس آکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ حضرت شاہ بو علی قلندر تھے جو یہ عطیہ غوثیہ مجھے بجھوا گئے۔

(۳) حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے برہان الموحدین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ متوفی ۱۱۶۴ھ کے تبرکات بھی محفوظ ہیں۔ بقول تاج العلما: ''حضرت کے خرقے و تاج و تسبیح مشترکا و منفرداً ہمارے پاس ہیں۔

(۴) سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے اسد العارفین زبدۃ الواصلین سیدنا شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ متوفیٰ ۱۱۹۸ھ کے توسط سے بھی متعدد نادر تبرکات اس خانقاہ عالیہ میں پہنچے۔ حضرت تاج العلما قدس سرہ رقم طراز ہیں: حضرت سید شاہ حمزہ صاحب کو موئے شریف حضور سرور عالم ﷺ اور قدم شریف اور نعل شریف حضور سرور عالم ﷺ حاجی جمال الدین سے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا ان کے بھائی کی اولاد میں تھے ملے، جو بفضلہ تعالیٰ اس وقت موجود اور تبرکات مشترکہ سرکار کلاں میں ہیں اور اعراس میں زیارت ہوتی ہے اور ایک پارچہ سنگ خیبری جس سے ریشم نکلتا ہے اور ظہور کرامت مرتضوی ہے اور ایک خشت مزار مقدس مرتضوی بھی آئے جو تبرکات مشترکہ میں ہے اور پارچۂ سنگ کی زیارت اعراس میں ہوتی ہے اور ایک بسم اللہ شریف حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اور مرقع بزرگان بھی آیا۔ یہ دونوں میرے والد ماجد کے پاس ہیں۔

(۵) سیدنا حضرت شاہ حمزہ عیسیٰ قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے مظہر غوثیت مآب قطب العارفین شمس الدین ابوالفضل سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ متوفیٰ ۱۲۳۵ھ کے عہد مبارک میں بھی کچھ نئے تبرکات آئے۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: حضرت کے عہدِ مبارک میں موئے شریف حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ آیا اور حضرت کی نانی صاحبہ نے موئے مبارک حضرت مولیٰ مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ جو معنعن خاندان میں چلا آتا تھا، حضرت کو دیا۔ یہ دونوں اس وقت تبرکات مشترکہ میں ہے۔ اعراس میں زیارت ہوتی ہے۔

ان پانچ حضرات کے واسطوں کے جو تبرکات اس خانقاہِ عالیہ میں پہنچے وہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف سیدنا شاہ محمد اسمٰعیل حسن شاہ جی میاں قدس سرہ ۱۳۴۷ھ کی ذات والا تبار اپنی جامعیت، اصلاحی مساعی اور علم دین کی ترویج واشاعت کے پاکیزہ جذبوں کے سبب گذشتہ اور موجودہ بزرگوں کی منظورِ نظر ٹھہری، جس کی بنا پر مشترکہ تبرکات کے علاوہ کثیر نادر تبرکاتِ خاندانی بزرگوں نے خود عطا فرمائے اور دوسروں سے دلوائے۔ اس طور سے ذاتی اور انفرادی تبرکات کا وافر ذخیرہ آپ کے پاس محفوظ ہوگیا۔ حضرت تاج العلماقدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت علاوہ ان تبرکات مشترکہ سرکار کلاں کے جو مسجد سرکار کلاں میں مقفل ہیں اور جن کے آپ مشترَکا مالک و قابض و متولی ہیں، بہت سے تبرکات و دیگر نوادر خاندانی منفرداً حضرت کے قبضہ وملکیت میں ہیں۔ ازاں جملہ بسم اللہ شریف نوشتہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اکثر ملبوسات بزرگان خاندانی ان کی تسبیحیں وغیرہ، دستار غوثیہ جو حضور صاحب البرکات کو عطا فرمائی گئی تھی اس کا ٹکڑا ایک منکا منجملہ سات منکوں خاندانی کے، مصنفات و محررات حضرت میر عبدالواحد وسید شاہ عبدالجلیل وسید شاہ اویس وسید شاہ برکات اللہ وسید شاہ آل محمد وسید شاہ حمزہ وسید شاہ آل وسید شاہ آل برکات وسید شاہ حقانی وسید شاہ آل رسول وسید شاہ اولاد رسول وسید شاہ غلام محی الدین امیر عالم وسید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب و دیگر بزرگان کرام قدس اسرارہم خاص انہیں حضرات کے دست و قلم مبارک کے تحریر فرمودہ دو ظفر تکیہ جن کو بزرگان خاندانی زمانہ قدیم سے بغل میں لگاکر اور ادو وظائف پڑھتے اور قیلولہ فرماتے تھے، چوب دستی و دوات خاص حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہ، مسندِ حضرت سید شاہ آل محمد و سیلیِ حضور شاہ حمزہ قدس سرہما اور وہ اصل اسناد و اجازات جو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور حضرت شاہ مولانا عبدالقادر صاحب داغستانی خلیفہ حضور ابوالفضل قدس سرہ سے حضرت سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ کو ملیں اور بہت سے اکابر کے دستخطی خلافت نامے اور اسناد اور ان کے علاوہ بہت سے تبرکات ہیں۔

ان مذکورہ بالا تبرکات کی معلومات فقیر کو حضرت تاج العلما

قدس سرہ کی تصنیف "تاریخ خاندان برکات" کے مطالعے سے حاصل ہوئیں۔ اس کے علاوہ خاص اسی موضوع پر جامعہ اشرفیہ کے کتب خانے میں سید العابدین سیدنا شاہ اولاد رسول احمدی قدس سرہ متوفی ۱۲۶۸ھ کی ایک تصنیف نظر آئی جس کا نام "تفصیل تبرکات خاندانی" (مطبوعہ مارہرہ ۱۳۵۳ء) ہے اس میں یکجا طور پر ان اہم مذکورہ بالا تبرکات کے علاوہ اور بھی کچھ دوسرے قابل ذکر بیسیوں تبرکات نظر آئے۔ اس کتاب میں چونکہ صرف تبرکات کی فہرست ہے ان کے حاصل ہونے کی تفصیل درج نہیں اس لیے یہ اجمالی فہرست کے اخیر میں درج ہوں گے۔

اب لیجیے ان تمام تبرکات مشترکہ اور غیر مشترکہ تبرکات کی حاصل شدہ فہرست ملاحظہ کیجیے تاکہ بیک نگاہ ان کی تعداد اور کیفیت معلوم ہوسکے۔

## اجمالی فہرست تبرکات

| نمبر | اسمائے تبرکات | جن بزرگوں کے عہد مبارک میں پہنچے | تعداد | مشترکہ، ذاتی | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | موئے مبارک شریف سرکارِ دو عالم ﷺ | سیدنا شاہ عبد الجلیل قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | یہ موئے مبارک شاہ روح اللہ والا کے نام سے مشہور ہے۔ زیارت ہوتی ہے۔ |
| ۲ | موئے مبارک شریف سرکارِ دو عالم ﷺ | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۳ | خرقۂ مرتضوی | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۴ | موئے مبارک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۵ | موئے مبارک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۶ | خرقۂ برکاتی | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | متعدد | مشترکہ، ذاتی | |
| ۷ | تاج برکاتی | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | متعدد | مشترکہ، ذاتی | |
| ۸ | عمامہ شریف | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | متعدد | مشترکہ، ذاتی | |
| ۹ | سیلی شریف | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | متعدد | مشترکہ، ذاتی | |
| ۱۰ | تسبیح شریف | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | متعدد | مشترکہ، ذاتی | |
| ۱۱ | منکہ غوثیہ | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۷ | مشترکہ | ایک منکہ شاہ جی میاں قدس سرہ کی ذاتی ملکیت ہے اور چھ تبرکاتِ مشترکہ میں ہیں۔ |
| ۱۲ | دستارِ غوثیہ | سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۱۳ | خرقۂ آل محمدی | سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ | متعدد | مشترکہ وذاتی | |
| ۱۴ | تاج آل محمدی | سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ | متعدد | مشترکہ | |
| ۱۵ | تسبیح آل محمدی | سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ | متعدد | مشترکہ | |
| ۱۶ | موئے مبارک سرکارِ دو عالم ﷺ | سیدنا شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۱۷ | نشانِ قدم سرکارِ دو عالم ﷺ | سیدنا شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۱۸ | نعلین شریف سرکارِ دو عالم ﷺ | سیدنا شاہ محمد حمزہ عینی قدس سرہ | ۲ | مشترکہ | |
| ۱۹ | پارچۂ سنگ خیبری | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |

| نمبر | اسمائے تبرکات | جن بزرگوں کے عہد مبارک میں پہنچے | تعداد | مشترکہ، ذاتی | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۲۰ | خشت فرش مزار مرتضوی | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۲۱ | بسملہ شریف تحریر کردہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۲۲ | مرقع بزرگان | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | متعدد | ذاتی | یہ دونوں، حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کی ذاتی ملکیت تھے۔ |
| ۲۳ | موئے مبارک غوثیہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| ۲۴ | موئے مبارک مرتضوی | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | مشترکہ | |
| | **حضرت شہ جی میاں قدس سرہ کی ذاتی مملوکہ تبرکات** | | | | |
| ۱ | بسملہ شریف غوثیہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۲ | ملبوسات وتسابیح بزرگانِ خاندانی | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | متعدد | ذاتی | |
| ۳ | دستار غوثیہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۴ | منکا غوثیہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۵ | بزرگانِ خاندانی کے قلمی نوادرات | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | متعدد | ذاتی | |
| ۶ | ظفر تکیہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۲ | ذاتی | بزرگانِ خاندانی اسے بغل میں لے کر وظائف پڑھتے اور قیلولہ فرماتے۔ |
| ۷ | چوب دستی حضور اچھے میاں قدس سرہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۸ | دولت خاص | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۹ | مسند سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۱۰ | سیدنا حمزہ قدس سرہ | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | ذاتی | |
| ۱۱ | اصلی اسناد واجازت | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | متعدد | ذاتی | یہ سندیں حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمد قدس سرہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور مولانا عبدالقادر داغستانی سے ملی تھیں۔ |
| ۱۲ | دستخطی خلافت نامے اور اسناد | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | متعدد | ذاتی | |
| ۱۳ | دو چھریاں | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | ۲ | ذاتی | متعدد خاندانی وغیر خاندانی بزرگوں سے ملے تھے۔ ان پر سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ نے دعاءِ سیفی پڑھی ہے۔ |
| ۱۴ | کاشف الاستار شریف قلمی | سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہ | | ذاتی | |

**مذکورہ بالا تبرکات کے علاوہ قابلِ ذکر وہ تبرکات جو رسالۂ مبارکہ "تفصیلِ تبرکاتِ خاندانی" میں درج ہیں**

| نمبر | اسمائے تبرکات | اصحابِ تبرکات | عدد | مشترکہ | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | پرتلا | سید محمد صادق صاحب قدس سرہ | ۳ | | ایک پرتلے پر نادعلی کندہ |
| ۲ | تسبیح عقیق | حضور ستھرے میاں قدس سرہ | ۱ | | |
| ۳ | تسبیح زیتون | حضور ستھرے میاں قدس سرہ | ۱ | | |
| ۴ | تسبیح صندل | حضور ستھرے میاں قدس سرہ | ۱ | | |
| ۵ | منکا بلوری | | ۴ | | ۲ ثابت ۲ شکستہ |
| ۶ | چوبی منکا | | ۲ | | |
| ۷ | منکا زہر مہرہ | | ۲ | | |
| ۸ | دوات سید محمد اویس | | ۱ | | |
| ۹ | تسبیح سلمانی | | ۱ | | |
| ۱۰ | چپراس دندان فیل | | ۱ | | |
| ۱۱ | کشتی یشب | | ۱ | | یشب سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر ہوتا ہے ان دونوں (نمبر ۱۱،۱۲) پر دعائیں کندہ ہیں۔ |
| ۱۲ | پیالہ | | ۱ | | |
| ۱۳ | غلاف کعبہ | | | | بوسیدہ ہے |
| ۱۴ | دیگر تبرکات مکرمہ | | متعدد | | |
| ۱۵ | تبرکات مدینہ منورہ | | | | |
| ۱۶ | کرتہ صندتی تنزیب | حضور شاہ برکت اللہ قدس سرہ | ۱ | | |
| ۱۷ | کرتہ مبارکہ | حضور سید آل محمد قدس سرہ | ۱ | | |
| ۱۸ | کرتہ مبارکہ | حضرت شاہ حمزہ قدس سرہ | ۱ | | |
| ۱۹ | موزنی ڈوریا | سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ | ۲ | | |
| ۲۰ | کرتا ململ | ستھرے میاں قدس سرہ | ۱ | | |
| ۲۱ | سوزنی سفید | شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ | ۱ | | |
| ۲۲ | مہر سجادہ نشینی | | | | درگاہ شاہ برکت اللہ |
| ۲۳ | خاک شفا | | | | |
| ۲۴ | مہر فقیران | شاہ آل محمد قدس سرہ | | | |
| ۲۵ | تختی یشب | | ۱ | | |
| ۲۶ | شطرنجی آستی | حضرت اچھے میاں صاحب قدس سرہ | ۱ | | باغات میں بیٹھنے کے لیے جو خاص قسم کا فرش ہوتا ہے |

| نمبر | اسمائے تبرکات | اصحابِ تبرکات | عدد | مشترکہ | کیفیت |
|---|---|---|---|---|---|
| | | | | | اسے شطرنجی یا آستی کہتے ہیں۔ |
| ۲۷ | کھرل سماق مع دستہ | | ۱ | | سماق سفید نرم پتھر ہوتا ہے یہ کھرل کواتھ بہار سے آیا۔ |
| ۲۸ | تخت کہنہ | | ۱ | | |
| ۲۹ | گھڑیال | | ۱ | | یہ ایک بڑا ساوقت بتانے والا گفٹ ہوتا ہے۔ |
| ۳۰ | کٹورا | | ۲ | | |
| ۳۱ | کلس برنجی | | ۲ | | |
| ۳۲ | کھرل سنگی مع دستہ | | ۱ | | یہ سنگِ سرخ کا بنا ہوا ہے۔ |
| ۳۳ | جھاباروشنی | | ۱ | | |

# نعتِ معطّر

آیۂ ''جَاؤکَ'' پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر
جان دیدیں ان کے در پر سبز گنبد دیکھ کر

''موت آئے کلمہ پڑھ کر، سبز گنبد دیکھ کر''*
اوج پر پہنچے مقدر سبز گنبد دیکھ کر

کون جانے یہ گھڑی بھی پھر ملے یا نہ ملے
رحمتوں سے جھولیاں بھر سبز گنبد دیکھ کر

جنّتِ قلب و نظر ہیں وہ سنہری جالیاں
شادماں عشّاقِ سرور سبز گنبد دیکھ کر

روندۂ نعلینِ اقدس سنگریزوں کے نصیب
بن گئے وہ لعل و گوہر سبز گنبد دیکھ کر

مَستِ بوئے عشقِ سرور پڑھ رہے ہیں جھوم کر
السّلام اے روحِ انور، سبز گنبد دیکھ کر

آیۂ ''کوثر'' کا دل میں اور صلّی اللہ کا
ورد جاری ہے زباں پر سبز گنبد دیکھ کر

ان کا عاشق ہو کہیں بھی پڑھتا رہتا ہے سلام
ہاتھ باندھے، سر جھکا کر، سبز گنبد دیکھ کر

امتحانِ عشق ہے یہ! سجدۂ بے تاب کو
دل مچل جاتا ہے اکثر سبز گنبد دیکھ کر

صبح دم طیبہ میں آ اور کلمۂ پرنور پڑھ
جان و دل ہوں گے منوّر سبز گنبد دیکھ کر

ان کے نقشِ پا کو دیکھا آنکھ ٹھنڈی ہوگئی
عقل و جان و دل معطّر سبز گنبد دیکھ کر

چشمِ گریاں، قلبِ شاداں، روح تاباں ہوگئی
ہو گیا روشن مقدّر سبز گنبد دیکھ کر

**سید وجاہت رسول تاباںؔ قادری** (۱۷ر جمادی الآخر، ۱۴۳۳ھ ر ۱۰ر مئی ۲۰۱۲ء، کراچی)

* نوٹ: ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے آفس سیکریٹری جناب ندیم احمد ندیمؔ نے فقیر کو خلیفۂ اعلیٰ حضرت، مبلّغِ اعظم حضرت شاہ محمد عبد العلیم صدّیقی میرٹھی کے بڑے بھائی حضرت مولانا نذیر احمد صدّیقی خجندی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) کی ایک نعت کے مطلع: آنکھیں روشن، دل منوّر سبز گنبد دیکھ کر ٭ ناز کرتا ہے مقدّر سبز گنبد دیکھ کر کے ساتھ، اِسی نعت کی زمین میں اپنا ایک شعر: موت آئے کلمہ پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر ٭ ایسا روشن ہو مقدّر سبز گنبد دیکھ کر، بہ ذریعہ ایس ایم ایس بھیجا۔ فقیر نے ایس ایم ایس ملاحظہ کرکے ندیم صاحب ہی کے مصرع: ''موت آئے کلمہ پڑھ کر سبز گنبد دیکھ کر'' کو مصرع طرح بنا کر یہ نعت شریف لکھی ہے۔ (سید وجاہت رسول قادری)

# جانیے

از افادات: امام احمد رضا محدث بریلوی
ترتیب: فرحان احمد قادری (مصطفوی شریعہ کالج، کراچی)

**Abstract:** Imam Ahmad Raza was a popular religious figure among the public and ulema. Ulema, Sufi masters and judges consulted him for rulings. Likewise masses approached him for solutions to daily-life affairs. This article presents a collection of Raza's rulings on those common questions from vol.24 (new edition) of *Fatawa-e Razavia*.

امام احمد رضا مرجع خواص و عوام تھے۔ آپ کے زمانے کے علماو مشائخ، والیانِ ریاست و جج صاحبان آپ کی طرف مسائل کے حل کے لیے رجوع کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ساتھ عام مسلمان بھی اپنے روز مرّہ کے معاملات میں آپ سے شرعی احکام معلوم کرتے۔ معارف رضا میں ان فتاوٰی کو "جانیے" کے عنوان سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس ماہ کا انتخاب فتاوٰی رضویہ کی تخریج شدہ جلد ۲۴ سے ماخوذ ہے۔ بطورِ حوالہ متعلقہ صفحہ نمبر (قوسین) میں درج کر دیے گئے ہیں۔

## غلام علی، غلام حسین، غلام غوث نام رکھنا جائز ہے

غلام علی، غلام حسین، غلام غوث، غلام جیلانی اور ان کے امثال تمام نام جن میں اسمائے محبان خدا کی طرف اضافت لفظ غلام ہوں سب کا جواز بھی قطعاً بدیہی ہے۔ فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ان ناموں پر ایک فتوٰی قدرے مفصل لکھا اور قرآن و حدیث اور خود پیشوایان وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا، عزوجل فرماتا ہے: **ویطوف علیھم غلمان لھم کانھم لؤلؤ مکنون**۔ ان کے غلام گشت کرتے ہوں گے گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے۔ (القرآن الکریم) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ہرگز تم میں اب کوئی اپنے مملوک کو یوں نہ کہے کہ میرا بندہ؛ تم سب خدا کے بندہ ہو ہاں یوں کہے کہ میرا غلام۔ (اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔) (صحیح مسلم کتاب الالفاظ من الادب باب حکم اطلاق لفظۃ العبد الخ)

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خود قرآن و حدیث میں بھرے ہوتے ہیں خدا اور رسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک سے محفوظ نہیں والعیاذ باللہ رب العالمین (خدا کی پناہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔) مزہ یہ ہے کہ لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل وعلا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا، غلام کے معنٰی حقیقی پسر ہیں، ولہٰذا عبید کو شفقۃً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں۔ سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی "حدیقہ ندیہ" میں زیر حدیث فرماتے ہیں: مکروہ یوں کہے میرا غلام، میری باندی، میرا جوان، میری لونڈی۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں تقاضائے ادب کو ملحوظ رکھا جائے، کیونکہ اس کی نسبت سے یوں کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ کا بندہ، اللہ کی بندی، اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کا غلام یا اللہ تعالیٰ کی لونڈی اور فتٰی اور فتاۃ (جوان مرد، جوان عورت) کو بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ منسوب نہیں کیا جاتا، باختصار۔ (الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثالث والعشرون)

آخر نہ سنا کہ ان کے طائفہ غیر مقلدان کے اب نئے پیشوا صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ "کلمۃ الحق" میں لکھ گئے: ع چو غلام آفتابم از آفتاب گویم (جب میں سورج کا غلام ہوں تو پھر سب کچھ سورج ہی کے حوالے سے کہوں گا۔) (رسالہ کلمۃ الحق لصدیق حسن خاں) خدا کی شان غلام محمد، غلام علی، غلام حسین، غلام غوث تو معاذاللہ شرک و حرام اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز و بے ملام، حالانکہ ترجمہ کیجیے تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس، ہندی میں کفار کا نام سورج داس، زبانیں مختلف ہیں اور حاصل ایک، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (گناہوں سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر بڑی شان والے کی توفیق کے کسی میں نہیں۔)

(ص:۶۹۱ تا ۶۹۲)

## ہدایت علی نام رکھنا جائز ہے

ہدایت علی نام رکھنے کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں، وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ (اللہ انکی گرفت کرے) کے محبوبان خدا کے نام سے جلتے ہیں آج تک ان کے کبراء نے بھی اس میں کلام نہ کیا۔ (ص:۶۹۳)

******

# افاضاتِ رضویہ بزبانِ تاج الشریعہ

ملفوظات: تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری ترتیب: محمد عمران شاکر قادری (کراچی)

**نشست مورخہ ۱۲ جنوری ۲۰۰۹ء بروز پیر**

## امکانِ کذبِ باری تعالیٰ

**عرض ۱:** وہابی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اس کا رد فرمادیجئے؟

**ارشاد:** معاذ اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ مستجمع جمیع صفات کمال ہے اور وہ واجب الوجود ہے اُس کی ذات ہمیشہ سے ہے، ازلی ہے اور ابدی ہے اور "سے" اور "تک" والا مفہوم جو ہے یہ ہم لوگ یہاں بولتے ہیں لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں "سے" اور "تک" کا مفہوم بھی نہیں بنتا ہے۔ اس لئے کہ "سے" وہاں بولا جائے جہاں پر ابتداء متصور ہو کہ پہلے نہیں تھا اب ہوا تو جہاں سے ابتداء ہو اور "تک" وہاں بولا جائے کہ جہاں انتہاء ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی ابتداء سے اور انتہا سے پاک ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور جس طرح اُس کی ذات واجب الوجود، قدیم ہے کہ اُس کا معدوم ہونا محال ہے، ازلی ہے، ابدی ہے اسی طرح سے اُس کی ہر صفت کمالی ہے ہر صفت، صفت کمال ہے اور ہر صفت اُس کی ابدی اور ازلی ہے۔

"جھوٹ بول سکتا ہے" کا مطلب یہ ہے کہ اول تو ان لوگوں نے تمام عقلاء اور تمام اہل ایمان اور تمام اہل سنت وجماعت کے خلاف اور عقل سلیم کے خلاف اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں عیب لگایا اور اُس کی ایک صفت یہ بتائی کہ معاذاللہ وہ جھوٹ بول سکتا ہے اور دوسری صفت یہاں پر یہ اُنہوں نے جڑدی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی صفت وہ ایسی ہو سکتی ہے کہ جو ہمیشہ سے نہ ہو بلکہ اُس کے بعد وہ کسی زمانے میں حادث ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی کوئی صفت حادث نہیں ہے اور کوئی صفت اُس کی مخلوق نہیں ہے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ حدوث سے پاک ہے اور مخلوق ہونے سے پاک ہے۔ اُس کی تمام صفات اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں، ازلی ہیں، ابدی ہیں اور اُن میں کوئی صفت حادث اور مخلوق نہیں ہے اسی لئے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من قال صفات الله حادثة او مخلوقة او وقف فيها او شك فيها فهو كافر بالله تعالى۔ "جو یہ کہے اللہ کی صفات حادث ہیں یا مخلوق ہیں یا اُن صفات کے معاملے میں توقف کرے اور اُن میں شک کرے تو خدائے برتر پر اُس کا ایمان نہیں ہے وہ کافر ہے۔"

اس مختصر سے جواب سے یہ پتا لگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہر صفت جب کمالی ہے اور جھوٹ تو ایسا عیب ہے کہ بندہ اپنے لئے اُس کو پسند نہیں کرتا جبکہ بندے ہر وقت (اور) بہت سے بندے جھوٹ میں مصروف ہیں جھوٹ بولتے رہتے ہیں لیکن اگر جھوٹے کو بھی جھوٹا کہا جائے تو اُس کو یہ لگتا ہے کہ اُس کو گالی دی گئی اور اُس کو عیب لگایا گیا۔ تو بے عیب جو ہر عیب سے پاک ہے اور جس کی ہر صفت کمالی ہے اور کوئی صفت وہاں ایسی نہیں جو نہ کمال ہو اور نہ نقصان ہو بلکہ ہر صفت اُس کی کمالی ہے تو اُس کے لئے یہ کہنا کہ جھوٹ بول سکتا ہے معاذ اللہ اُس کی ذات بے عیب میں عیب نکالنا ہے اور عیب لگانا ہے یہ کفر ہے اور پھر یہ کہنا کہ بول سکتا ہے تو اُس اللہ تبارک وتعالیٰ کو جو ہمیشہ سے ہے اور اُس کی ہر صفت جو ہے وہ ہمیشہ سے ہے، ازلی ہے، ابدی ہے اُس کو محل حوادث ٹھہرانا ہے اور یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں ایک عیب لگانا ہے اور اُس کی صفات کا ایک طور پر انکار ہے تو یہ عقیدہ کفری عقیدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلے میں ایک مبسوط اور ڈیٹیلڈ رسالہ A knowledgeable book ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح اُس میں یہ ثابت کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جھوٹ بولنے سے پاک ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے بکواس کی جاتی ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، حضرت امام اہل سنت نے یہ ثابت کیا ہے کہ اُس کا جھوٹ بولنا محال ہے اور قدرت کا تعلق وہ ممکن سے ہوتا ہے محال سے نہیں ہوتا ہے۔ ممکن وہ ہے جس کا وجود وعدم برابر ہو تو قدرت ایسے ممکنات سے کہ جن کا وجود وعدم برابر ہے قدرت اُن سے متعلق ہوتی ہے۔ پھر جب ارادۂ باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ

فلاں مقدور ممکن کو اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ پیدا کرے تو جب اُس سے ارادہ متعلق ہوجاتا ہے تو اُس کا معرضِ وجود میں آنا ضروری ہوجاتا ہے تو قدرت اور ارادہ کا تعلق وہ صرف ممکن سے ہے اور محال سے قدرت متعلق نہیں ہوتی۔

یہ وہابیہ کی عقائد اہل سنت وجماعت سے ناواقفی کی دلیل ہے اور اُن کے جنون کی اور عقل سے محرومی کی دلیل ہے کہ باری تبارک وتعالیٰ اور اُس کی شان کی طرف ایسی باتیں کرتے ہیں اور اُس کی ذاتِ بے عیب کو عیب لگاتے ہیں۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان فرمائی

**عرض ۴:** کیا سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اذان فرمائی؟

**ارشاد:** مجھے اس وقت یاد نہیں ہے۔ ویسے غالباً سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سفر میں اذان دی ہے اور اگلے کسی موقع پر حوالہ دیکھ کر بتادیا جائے گا یہ مجھے یاد آتا ہے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی سفر میں اذان دی ہے۔

[نوٹ: سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بار سفر میں اذان دی ہے۔ دیکھیں فتاوی رضویہ (مع تخریج وترجمہ عربی عبارات)، ج۵، ص ۳۷۴، مطبوعہ رضافاؤنڈیشن، لاہور۔ فرحان]

## ٹیلی فون پر نکاح

**عرض ۶:** ٹیلی فون پر نکاح اس طرح ہو کہ لڑکی لڑکے کو کہے میں نے خود کو تیرے نکاح میں دیا اور لڑکا ہاں اور اسی طرح لڑکا بھی کہے اور لڑکی قبول کرے تو نکاح قائم ہوجائے گا؟

**ارشاد:** ٹیلی فون پر نکاح منعقد نہیں ہوگا اس لئے کہ نکاح کی تعریف یہ ہے کہ متعاقدین کا ایجاب وقبول، اب متعاقدین لڑکا اور لڑکی ہو جو عقد کررہے ہوں یا لڑکی کی طرف سے یا لڑکے کی طرف سے کوئی وکیل ہو اُن کا ایجاب وقبول دوایسے گواہوں کے سامنے جو اُن کے کلام کو سنتے ہوں اور سمجھتے ہوں اور یہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ جو کہہ رہے ہیں ایجاب وقبول کررہے ہیں۔ یہ ایجاب وقبول نکاح کا ہے اور یہ نکاح کی مجلس ہے اور یہ نکاح ہورہا ہے یہ نکاح کی تعریف ہے لہٰذا اب ضروری ہے کہ مجلس عقد میں متعاقدین ہوں اور مجلس عقد میں اگر متعاقدین نہیں ہیں تو اُس صورت میں یہ نکاح نہیں ہوگا اب اس کی صحت کے لئے یہ ضروری ہے کہ لڑکی یا لڑکا وہ کسی کو وکیل بنادیں ٹیلی فون آئے اور اسپیکر کھول دیا جائے اور وہ کہے کہ میں نے فلاں کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اگر وہ اس کے محارم ہیں اور اُن کی آواز کو سنے یا حسب ضرورت وہ نہ بولے اور کہہ دے دولہا سے ہی کہ تم یا کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح فلاں سے تم کردو اور وہ یہ کہہ دے کہ فلاں بنت فلاں نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میں اُس کا نکاح کردوں تو اس صورت میں جب محفل عقد میں وہ وکیل ہوجائے گا اور اُس کی طرف سے وکالت سے وہ ایجاب کرے اور دولہا قبول کرے تو اُس صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گا۔

## کفار کا حرمین طیبین سے اخراج

**عرض ۱۰:** کفار کا حرمین طیبین میں نا جانے کا حکم کب جاری ہوا؟

**ارشاد:** سارے احکام جو ہیں اُن کا مصدر ذات باری ہے اور ذات باری کی عطا سے سرکار ابد قرار احمد مجتبیٰ، محمد مصطفی صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم، اُن کی ذات مصدرِ احکام ہے اور معاملہ یہ ہے کہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم موضع نفوذِ امر ہیں یعنی امر خداوندی کے نافذ ہونے کی جگہ کہ جہاں سے احکام خدا کے معلوم ہوتے ہیں اور جہاں خدا کے احکام نافذ ہوتے ہیں وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ہے تو اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں وہ وہاں نہیں

تو اب سارے احکام کا معاملہ یہ ہے اور کفار کے سلسلے میں یہ ہے کہ کفار حرمین طیبین میں داخل نہ ہو اُس کا بھی ماخذ اور مصدر اور اُس کا منبع بھی سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اخرجوا المشرکین والیهود من جزیرۃ العرب یہودیوں کو اور مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔ اور خود سورۂ حشر میں یہودیوں کے جلاوطن ہونے کا بنو قریضہ، بنو نضیر، بنو قنقعہ وغیرہ کے نکالے جانے کا مدینہ طیبہ سے ذکر سیرت کی کتابوں میں، حدیث کی کتابوں میں اور آیات کریمہ میں ہے۔ تو یہاں سے پتہ لگ گیا کہ یہ کہاں سے ہوا اور جب اُن کو نکالا گیا تو اب اُن کو داخل کرنا وہ حکم شرع کی خلاف ورزی ہے وہ جائز نہیں ہے۔

*****

# دُور و نزدیک سے

## خطوط، ای میل، پیغامات، خبریں اور کُتبِ نو

**پیر زادہ اقبال احمد فاروقی** (مدیر اعلیٰ ماہنامہ "جہانِ رضا"، لاہور)
حضرت قبلہ سید وجاہت رسول قادری صاحب زید مجدہٗ صدر ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، مدیر اعلیٰ ماہنامہ معارف رضا۔ کراچی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ایک عرصے سے آپ صاحبِ فراش ہیں۔ دل کے آپریشن کے بعد ابھی تک علالت کے بستر پر گذر رہی ہے۔ مجھے بھی دل کے ہاتھوں بعض عوارض کا سامنا ہے۔ میں بوڑھاپے کی وادی میں گزر رہا ہوں جہاں مجھے بھی کئی عوارض سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ اللہ کرے آپ صحت مند ہو جائیں مجھے آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

آپ کی علالت کے باوجود ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کا ترجمان ماہنامہ "معارفِ رضا" ماشاء اللہ پورے آب و تاب سے اپنے قارئین کو فکرِ رضا سے نواز رہا ہے۔ آپ کے احباب کا ایک دانشور حلقہ قلم و فکر کی صلاحیتوں سے مالا مال ہے اور اچھے اچھے مضامین سامنے لا رہے ہیں۔ لاہور کے اکثر علمائے کرام آپ کی ان کاوشوں کی تعریف کرتے ہیں اور اہلِ قلم کو ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں۔

میرے سامنے جون ۲۰۱۲ء کا شمارہ ہے، اس میں آپ کے رفقائے قلم کے مضامین مختلف عنوانات لے کر چھپے ہیں۔ پروفیسر دلاور خاں، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی مرحوم، سید عبد اللہ حسن علوی، ڈاکٹر غلام جابر شمس (مکرّر) اور جناب ندیم احمد ندیم قادری صاحب کی تحریریں پڑھنے کو ملیں۔ یہ گلہائے رنگا رنگ زینت چمن بن کر سامنے آئے ہیں۔ ندیم احمد ندیم صاحب نورانی نے مولانا شاہ احمد مختار میر ٹھی علیہ الرحمۃ پر بڑا پر مغز مقالہ سپردِ قلم کیا ہے۔ اس مضمون میں اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا علیہ الرحمۃ سے روحانی نسبت کے ساتھ خانوادۂ الشاہ عبد العلیم میر ٹھی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ فاضل مضمون نگار نے بڑی محنت تحقیق اور دِقتِ نظر سے کام کیا ہے۔ مولانا شاہ احمد مختار میر ٹھی کے حالات کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مآخذ و مراجع تلاش کرنے میں بڑی محنت کی گئی ہے اور ہر ذکر کو مدلل حوالوں سے مزین کیا گیا ہے۔

میں آپ کی وساطت سے جناب ندیم احمد ندیم قادری نورانی کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور ان کی تحقیق کو داد دیتا ہوں۔ ندیم احمد ندیم صاحب کے علاوہ آپ کے دوسرے اربابِ قلم بھی بڑی محنت سے کام رہے ہیں۔

**حسن رضا قادری** (کوٹلی لوہاراں، سیالکوٹ)
بعد از سلام امید واثق ہے کہ آپ بخیر عافیت ہوں گے اور اعلیٰ حضرت کے مشن کی تبلیغ و ترویج میں مصروفِ عمل ہوں گے۔ شاید میں نے پہلے بھی آپ کو ایک مراسلہ سے یہ بتایا ہو گا کہ میں ایم فل کا طالب علم ہوں اور میرا ریسرچ ورک "عقیدہ توحید اور مولانا احمد رضا خاں کے کردار کا تحقیقی جائزہ" پر کام جاری و ساری تھا جو کچھ ذاتی وجوہات کی بناء پر تعطل کا شکار رہا اور اب اللہ کے فضل و احسان اور آپ لوگوں کی مدد سے اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں مجھے پچھلے سال کے جولائی سے لے کر اس سال ۲۰۱۲ کے جولائی تک کے شمارہ جات چاہیے خصوصاً وہ شمارہ جات جن میں عقیدہ توحید کے حوالے سے مباحث ذکر کی گئی ہیں یا ان پر کام کرنے کے حوالے سے کچھ لائحہ عمل ترتیب دیا گیا ہے۔ اگر اسکے علاوہ بھی کچھ شمارہ جات یا مواد ہو جس میں میرے مضامین کے متعلقہ مواد دستیاب ہو۔ ازراہ کرم مجھے ارسال فرمادیں تاکہ میں اپنے تحقیقی کام کو جلد از جلد مکمل کر سکوں۔

**محمد انور سرور** (مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد)
سلام ورحمت، آپ کا رسالہ ماہنامہ "معارفِ رضا" موصول ہوا۔ جناب صدر نشین مقتدرہ قومی زبان نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور اس توقع کا اظہار فرمایا ہے کہ آپ کا یہ تعاون آئندہ بھی جاری رہے گا، جس کے لیے ہم آپ کے ممنون ہوں گے۔ انشاء اللہ مقتدرہ کے کتب خانہ کے توسط سے طالب علم اور اسکالرز آپ کی کاوشوں سے مستفید ہوتے رہیں گے۔ امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

**ڈاکٹر عبد القدیر خاں** (ہل سائیڈ روڈ، اسلام آباد)
مولانا ملک محبوب الرسول قادری کے بارے میں پہلے بھی میں نے

کہیں لکھا ہے کہ آپ جواں فکر صحافی، مبلغ اور محقق ہیں۔ سچی بات ہے آپ کی تحریروں اور علمی، دینی اور مذہبی خدمات کا میں معترف ہوں۔ سہہ ماہی "انوارِ رضا" ہو یا ماہنامہ "سوئے حجاز" آپ نے ہر دو مجلوں کے خوبصورت اور خصوصی نمبرز شائع کرکے اہل علم و صاحبِ قلم برادری کی توقیر میں اضافہ کیا ہے۔ "انوارِ رضا" کی حالیہ اشاعتِ خاص کا "عظمتِ ابرار نمبر" بھی بہت بڑی دینی خدمت ہے اور حضرت فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر پختہ کار علمی و سماجی شخصیات کی تحریریں بھی لائقِ تحسین ہیں۔

خانقاہِ رضویہ بریلی شریف کے نائب سجادہ نشین کے دورۂ پاکستان کی روداد بھی معلومات افروز ہیں۔

حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے بہت بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ کو پچپن علوم پر مکمل عبور حاصل تھا۔ "فتاویٰ رضویہ" فقہ حنفیہ کی روشنی میں مکمل فقہی انسائیکلو پیڈیا قرار دیا جاسکتا ہے۔ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن" اہلِ عجم کے لیے ہدایت و عرفان کا سرچشمہ ہے اور "حدائقِ بخشش" نعت نگاری میں عمدہ مثال اور بارگاہِ نبوی میں عقیدت و محبت کا گلدستہ ہے۔

حضرت شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی دینی خدمات کا احاطہ کرنا چنداں آسان نہیں۔ ان کی شخصیت اور خدمات پر مشتمل "عظمتِ ابرار نمبر" کی اشاعت پر مولانا ملک محبوب الرسول قادری خصوصی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ کرے پاکستان اور دین اسلام سے محبت کرنے والے مکتبۂ فکر کے تمام احباب ملک صاحب کی طرح فروغِ علم اور اسلامی روایات کے احیاء کے لیے میدان میں اتر آئیں تاکہ پاکستان کے حصول کے مقاصد پاسکیں! پاکستان زندہ باد۔۔۔

**ادارۂ معارفِ نعمانیہ** (لاہور)

مزاجِ گرامی۔ خیریت بخیریت، اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ پاک سے ادارۂ معارفِ نعمانیہ لاہور، دینِ حقہ کی ترویج و اشاعت میں مصروفِ عمل ہے۔

ادارہ مختلف اصلاحی اور دینی موضوعات پر کتب و رسائل کی اشاعت اور اپنے اراکین و دیگر شائقینِ مطالعہ کو ترسیل کرنے یعنی جہاد بالقلم میں مصروف ہے۔ کچھ عرصے سے چند ناگزیر وجوہ کی بنا پر ادارے کی مطبوعات کی اشاعت تعطل کا شکار رہی ہیں اور ہم آپ کو کُتب کی ترسیل بروقت نہ کرسکے ہیں، جس کے لیے ہم آپ سے معذرت خواہ ہیں۔ ان شاء اللہ سالانہ ۹ تا ۱۰ موضوعات پر کُتب آپ کو بہر صورت ترسیل ہوا کریں گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو مل کر جہاد بالقلم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین بجاہ نبی الروف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم)

## وفیات

(۱) خانوادۂ خانقاہِ قادریہ بریلی شریف (بھارت) کے چشم و چراغ حضرت صاحبزادہ محمد قمر رضا خاں بریلوی قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے آپ کی نمازِ جنازہ حضرت تاج الشریعہ مولانا محمد اختر رضا خاں الازہری نے پڑھائی جبکہ ہزاروں افراد جنازہ میں شریک ہوئے۔ سری نگر ٹی وی سے رقت انگیز مناظر دکھائے گئے۔ "محمد قمر رضا" کے اسم گرامی سے ہی اُن کا مادۂ تاریخ وفات برآمد ہوتا ہے جونکہ اُن کے والد گرامی حضرت مفسر اعظم علامہ محمد ابراہیم رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت معلوم ہوتی ہے کہ "محمد قمر رضا" کے اعداد ۱۴۳۳ ہیں جو کہ اُن کا سنِ وصال مبارک ثابت ہوا۔ انا للہِ وانا الیہ راجعون

(۲) حضرت علامہ سید محمد نعیم اشرف الاشرفی الجیلانی جائسی (سجّادہ نشیں درگاہِ عالیہ اشرفیہ، رائے بریلی، جائس، انڈیا) ۲۷/ جون ۲۰۱۲ء کی صبح انتقال فرما گئے۔ انا للہِ وانا الیہ راجعون

(۳) معروف نعت نگار پروفیسر محمد اکرم رضا (۱۵ فروری ۱۹۴۶ء – ۲۵ جون ۲۰۱۲ء) رضائے الٰہی سے ایک سال کی علالت کے بعد انتقال کرگئے انہیں چمن شاہ قبرستان گوجرانوالہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔ مرحوم نے طویل عرصہ تک گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ اُردو کے استاد کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے دو بیٹوں محمد معظم رضا اور محمد احسن رضا کے علاوہ ایک بیٹی اور اہلیہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ مرحوم کا حلقہ احباب وارادت مندان وہ بہت وسیع تھے۔ اُن کی نمازِ جنازہ علامہ صاحبزادہ داؤد رضوی نے پڑھائی۔ حضرت طارق سلطانپوری نے اُن کے لیے قطعہ تاریخ وصال یوں موزوں کیا ہے:

روشنی تقسیم افکارِ رضا کی جس نے کی
آہ! اب خاموش ہے شمع محرابِ رضا
دانش و تحقیق و حمد و نعت کی ابلاغ پر
پوری تابانی سے جلوہ گر تھا مہتابِ رضا

اس مکرم کی، اس اکرم کی ہے تاریخ وصال
میں نے طارق جب کہا دو مرتبہ "بابِ رضا"
۱۱۰۶ +۱۱۰۶= ۲۰۱۲

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کے اراکین و اسٹاف دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اعلیٰ علیّتین اور جنت الفردوس میں مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور تمام متعلقین صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

## ماہنامہ معارفِ رضا کے گزشتہ شماروں کی دستیابی

گزشتہ ۱۲ سالوں میں شائع ہونے والے ماہنامہ معارف رضا کے انفرادی شمارے ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے دستیاب ہیں۔ ہدیہ مع عام ڈاک خرچ ۳۰روپے فی شمارہ منی آرڈر کریں۔ دستیاب شماروں کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

سنہ ۲۰۰۰ء شمارہ جنوری، فروری، مارچ، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۰۱ء شمارہ جنوری، اپریل، جون، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۰۲ء شمارہ جنوری، جون اور دسمبر
سنہ ۲۰۰۳ء شمارہ نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۰۴ء شمارہ فروری، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۰۵ء جنوری، فروری، (مارچ، اپریل، مئی مشمولہ سالنامہ)، جون، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۰۶ء جون، جولائی، اگست اور ستمبر
سنہ ۲۰۰۷ء شمارہ مئی، اگست اور دسمبر؛ سنہ ۲۰۰۸ء شمارہ جون
سنہ ۲۰۰۹ء شمارہ جولائی، ستمبر، اکتوبر، نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۱۰ء شمارہ مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر
سنہ ۲۰۱۱ء شمارہ فروری، مارچ ،اپریل، جون، جولائی، اگست، ستمبر، نومبر اور دسمبر۔ (ان ماہنامہ شماروں کے علاوہ سالنامہ ۲۰۱۱ء ہائر ایجوکیشن کمیشن پاکستان کے معیار کے مطابق علیحدہ شایع ہوا ہے)
سنہ ۲۰۱۲ء شمارہ جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون اور جولائی

## ماہنامہ معارف رضا سال ۲۰۱۱ء کی فائل

سال ۲۰۱۱ء کے تمام ۱۲ شماروں پر مشتمل فائل محدود تعداد میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا سے دستیاب ہیں۔ ہدیہ غیر مجلد ۵۰۰روپے، مجلد ۶۰۰روپے مع رجسٹرڈ ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں۔

## www.imamahmadraza.net

گزشتہ ماہ پاکستان، انڈیا، امریکا، انگلینڈ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، ماریشس، فرانس، بنگلہ دیش، جنوبی افریقہ، ڈنمارک، سری لنکا، بوٹسوانا، جرمنی، اسپین، یونان، گویانا، کینیا، جنوبی کوریا، کویت، ملاوی، ملایشیا، ہالینڈ، ناروے، فلپائن، قطر، سنگاپور، سینگال، تھائی لینڈ، یمن وغیرہ ممالک کے ۱۰۵۱ سے زائد شہروں سے ایک بڑی تعداد میں قارئین نے ادارے کی ویب سائٹ www.imamahmadraza.net ملاحظہ کی۔

## دعوت برائے مقالہ نگاری

سالنامہ معارف رضا ۲۰۱۲ء (اُردو) میں اشاعت کے لیے مقالات ۳۰ر ستمبر ۲۰۱۲ء تک ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے دفتر میں بذریعہ ڈاک یا کوریئر جمع کرائے جاسکتے ہیں۔ مقالات بذریعہ ای میل imamahmadraza@gmail.com پر بھی بھیج سکتے ہیں۔ مقالہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کے معیار کے مطابق ہو۔ مقالہ نگاروں کے لیے ہدایات معارف رضا کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

## دعوت برائے رضا ہائر ایجوکیشن پروجیکٹ

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا یونیورسٹی، کالجز اور مدارس کے اساتذہ، اسکالرز اور طلبا و طالبات کو امام احمد رضا اور متعلقاتِ رضا کے مختلف عنوانات پر تحقیق کی دعوت دیتا ہے۔ موضوع کے انتخاب سے مقالے کی تکمیل تک ادارے کی طرف سے راہ نمائی اور مواد کی نشاندہی کی سہولت موجود ہے۔ خواہش مند افراد ادارۂ تحقیقات کے دفتر سے بذریعہ فون، ای میل یا ویب سائٹ رابطہ کریں۔

## رضویات کے حوالے سے جرائد و رسائل میں شائع ہونے والے مقالات

(۱) غلام مصطفیٰ رضوی (اداریہ)، امام احمد رضا: ترجمانِ فکر اسلامی، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، رضا اکیڈمی، بمبئی، ص ۴—۱۰
(۲) مولانا محمد صدیق ہزاروی، کنزالایمان اور تفہیم القرآن کا تقابلی جائزہ، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۱—۱۶
(۳) ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام، کلامِ رضا کی شعری جمالیات، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۷—۲۴
(۴) پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، امام احمد رضا کا اسلوبِ تنقید، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۲۵—۳۱
(۵) ڈاکٹر شبنم خاتون، مجددِ اسلام اور بدعت، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۳۲—۳۳

(۶) محمد اسلم رضا قادری، اصطلاحاتِ حدیث میں امام احمد رضا کی تنقیحات، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۳۴–۴۰

(۷) مفتی شمشاد حسین رضوی، مجددِ قادریت امام احمد رضا، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۴۱–۴۷

(۸) امام احمد رضا محدث بریلوی (نعت)، نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۴۸

(۹) فاروق اختر چشتی (منقبت)، اس دور اس صدی کو بھی حاجت رضا کی ہے، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۴۹–۵۰

(۱۰) غلام مصطفیٰ رضوی، اشعارِ رضا کی توضیح و تفہیم اور احسن العلما، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۵۱–۶۶

(۱۱) خواجہ مظفر حسین رضوی، کلک رضا کی خلاپیمائی، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۶۷–۷۲

(۱۲) یٰسین اختر مصباحی، امام احمد رضا کی بصیرت واستقامت، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۷۴–۱۳۸

(۱۳) مولانا محمد ادریس رضوی، امام احمد رضا کی نصائح، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۴۰–۱۴۸

(۱۴) پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین احمد، مکاتیب حجۃ الاسلام بنام ملک العلما، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۴۹–۱۵۵

(۱۵) کلیم احمد قادری، تاجدارِ اہلسنت مفتی اعظم ہند، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۵۶–۱۶۴

(۱۶) محمد شاہد القادری، خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا محمد لعل خان مدراسی، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۶۵–۱۶۹

(۱۷) محمد اسلم رضا ثقافی، خلیفۂ اعلیٰ حضرت مولانا سید حسین علی اجمیری، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۷۰–۱۸۱

(۱۸) مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی، کلکتہ میں فکرِ رضا کی اشاعت، سالنامہ یادگارِ رضا، ۲۰۱۲ء، ۱۸۲–۱۹۷

## لائبریری ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا میں موصول ہونے والے جرائد

جہانِ رضا، لاہور (مئی، جون ۲۰۱۲ء)، آستانہ، کراچی (اپریل و مئی ۲۰۱۲ء)، آہنگ، کراچی (مئی ۲۰۱۲ء نیز جون ۲۰۱۲ء)، رضائے مصطفیٰ، گجرات (جون ۲۰۱۲ء، نیز جولائی ۲۰۱۲ء)، فیضِ عالم، بہاولپور (جون ۲۰۱۲ء، نیز جولائی ۲۰۱۲ء)، عرفات، لاہور (مئی/جون ۲۰۱۲ء)، اہلِ سنّت، گجرات (جون ۲۰۱۲ء)، مصلح الدین، کراچی (جون ۲۰۱۲ء، نیز جولائی ۲۰۱۲ء) پیغام اہلِ سنّت، فیصل آباد (رجب المرجب ۱۴۳۳ھ)، راہنمائے خواتین، فیصل آباد (جون ۲۰۱۲ء، نیز جولائی ۲۰۱۲ء)، السعید، ملتان (اپریل تا جون ۲۰۱۲ء)، خبر نامہ ہمدرد، کراچی (اپریل، مئی ۲۰۱۲ء نیز جون ۲۰۱۲ء)، الہام، بہاولپور (جون ۲۰۱۲ء نیز جولائی ۲۰۱۲ء)، مصطفائی نیوز، کراچی (جون ۲۰۱۲ء)، کنزالایمان، دہلی (جولائی ۲۰۱۲ء)، آوازِ حق، پشاور (جون ۲۰۱۲ء، نیز جولائی ۲۰۱۲ء)، زاویۂ نگاہ، کراچی (جون ۲۰۱۲ء، نیز جولائی ۲۰۱۲ء)، شیخ الحدیث، چکوال (رجب المرجب ۱۴۳۳ھ نیز شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ)، الاحیاء، لاہور (جون ۲۰۱۲ء)، ششماہی "الثقافۃ الاسلامیہ / The Islamic Culture (عربی/انگریزی) (۲۰۱۲ء والیم ۲۷)، گنج کرم، ساہیوال (جولائی، اگست ۲۰۱۲ء)، کاروانِ قمر، کراچی (جولائی ۲۰۱۲ء)، الملنگیہ، اوکاڑہ (جون، جولائی ۲۰۱۲ء)، ضیائے حرم، اسلام آباد (جولائی ۲۰۱۲ء)، رُشد الایمان، سمندری شریف، فیصل آباد (جون، جولائی ۲۰۱۲ء)، سہ ماہی صراط الھدیٰ، کراچی (جولائی تا ستمبر ۲۰۱۲ء)، نور الحبیب، بصیر پور، اوکاڑہ (جولائی ۲۰۱۲ء)، احیاء العلوم، مردان (محرم الحرام تا ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ)، The Minaret, Monthly (Karachi, July 2012)۔

## لائبریری ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا میں موصول ہونے والی کتبِ نو

| نمبر شمار | کتاب کا نام | مصنف/مرتب/مترجم | صفحات | ناشر |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ | ڈاکٹر صابر سنبھلی | ۳۰۸ | فیض گنج بخش بک سینٹر، لاہور |
| ۲ | عقیدۂ ختم النبوّۃ، جلد ۱۴ | ترتیب و تحقیق: مفتی محمد امین | ۶۰۸ | ادارہ تحفیظ العقائد الاسلامیہ، کراچی |
| ۳ | الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد | امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی | ۱۶۶ | مکتبۂ برکاتِ مدینہ، کراچی |
| ۴ | مکتوباتِ غوثیہ | عبد الحمید قادری | ۱۷۲ | القلم پبلیشرز، لاہور |
| ۵ | دمشق کے یمنی علما | عبد الحق انصاری | ۱۲۸ | بہاء الدین ذکریا لائبریری، چکوال |